قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰- مارچ سنہ ۱۹۱۰ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا چندہ سالانہ عوام سے عام طلباء سے عہ

مصدقہ حضرت خلیفۃ المسیح شاہی طبیب حاذق مولوی حکیم نورالدین صاحب کا مجربہ

اصلی ممیرا اور ممیرے کا سرمہ

خدا کی دی ہوئی نعمتوں میں سے آنکھیں بڑی نعمت ہیں اور آجکل کچھ ایسے اسباب پیدا ہو گئے ہیں کہ عام طور پر لوگ آنکھوں کی بیماریوں میں مبتلا ہیں نوجوانوں کو دیکھو وہ بھی عینک لگائے پھرتے ہیں اور ضعف نظر کی عام شکایت ہے میں نے بڑی محنت سے اصلی ممیرا جو امراض چشم کیلئے مسلّم مفید چیز ہے حاصل کیا ہے اسکے اصل ہونیکے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تصدیق فرمائی ہے کہ یہ اصلی ممیرا ہے ممیرا حاصل کرنیکے بعد میں نے حضرت مولوی صاحب کے مجرب اور ہزارہا مریضان چشم پر آزمائے ہوئے سرمے کے نسخے آپ کی ہدایت کے موافق ترکیب دیکر طیار کیئے ہیں اور اب فائدہ عام کیلئے مشتہر کرتا ہوں اور چونکہ یہ تین مختلف نسخے ہیں۔ اسلیئے ہر ایک کی قیمت جدا جدا ہے قیمت سرمہ اوّل قسم عہ/ قسم دوم ۸/ قسم سوم عہ/۔ فی تولہ قیمت ممیرا قسم اوّل عہ جسکو لوگ اڑھائی سو روپیہ فی تولہ فروخت کرتے ہیں۔ قسم دوم ستے۔ اگر اصلی ممیرا نہ ہو تو واپس کر کے قیمت لے لو۔

المشتہر۔ احمد نور۔ کابلی مہاجر از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب۔

دین الحق یا ہمارا مذہب حصّہ اوّل

۱۵۲ صفحہ کا رسالہ میر قاسم علی صاحب تر۱۱ بہرام خان۔ دہلی نے شائع کیا ہے۔ اسمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے عقائد۔ مذہب۔ اور تعلیم کو آپ کی ہی کتابوں میں سے نکال کر پیش کیا ہے۔ مؤلف کے مندرجہ ذیل بیان سے بخوبی ظاہر ہو جائیگا۔ وہ لکھتے ہیں "احمدی احباب اس حصہ کو پڑھکر خوب یاد کریں۔ اور جب کوئی بہتان و افترا اپنے پیارے امام موعود علیہ السلام کے مذہب و عقائد کے متعلق کسی نااہل سے سنیں تو فوراً یہ رسالہ پیش کر کے اُس کا دم بند کریں۔ اسمیں جسقدر اقتباسات درج کیئے گئے ہیں وہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی اپنی تحریروں و تقریروں سے مع حوالہ صفحہ وغیرہ درج کر دیئے ہیں" واقعی ایسے افتراؤں کا یہ کتاب کافی جواب ہے۔ علاوہ ازیں یہ رسالہ اس طرح مفید ہے کہ اس کے ذریعہ انسان بڑے بڑے اسلامی مسائل کے متعلق صحیح واقفیت پیدا کر سکتا ہے۔

خریداران ریویو کو اطلاع!۔ ہر ایک قسم کی خط و کتابت میں اپنا نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں اگر دیر ہو جائے تو معذور سمجھیں۔ (مینجر ریویو)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ینابیع الاسلام پر ریویو

حصہ اوّل

اِنَّمَا صَنَعُوْا کَیْدُ سٰحِرٍؕ وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی (طٰہٰ ۳)

(ترجمہ) انہوں نے جو کچھ بنایا جادو کا تماشہ ہے اور جادوگر جہاں جائے بامراد نہیں ہوتا۔

ینابیع الاسلام ایک کتاب کا نام ہے جو فارسی زبان میں چرچ مشن سوسائیٹی کے پادری مسمی ڈبلیو سینٹ کلیر ٹسڈال متعین جلفہ واقعہ ایران کی تصنیف ہے اس کتاب کو سر ولیم میور نے انگریزی میں بھی ترجمہ کیا ہے جسکا نام سورسز آف اسلام ہے اس کتاب کے مصنف نے بزعم خود یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کریم خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں ہے بلکہ بانیٔ اسلام (علیہ التحیۃ والسلام) کی بناوٹ ہے اور یہ کہ آنحضرت صلعم نے اپنے مذہب کے لئے مختلف جگہ سے مصالح لیکر اس مجموعہ کا نام خدائے تعالیٰ کا الہام رکھدیا اور آپنے جو کچھ عرب کے عیسائیوں اور یہودیوں سے سُنا اسی کو سچ سمجھکر بلا کم و کاست قرآن میں درج کر دیا اور اپنے صحابہؓ پر اسی کا نام وحی الٰہی ظاہر کیا پادری مذکور کے زعم کے بموجب یہودی اکثر آنحضرت صلعم کو دھوکہ دیتے تھے مگر آپ کو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ پر اس قدر ایمان تھا کہ ان کی ہر ایک بات کو خدائی فیصلہ اور وحی الٰہی سمجھکر اپنے قرآن میں جگہ دیدی اور ظاہر کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے یہ کلام براہ راست مجھ پر نازل کیا چنانچہ مصنف ینابیع الاسلام اپنی کتاب کے صفحہ ۱۱۳ پر لکھتا

ہے۔ "گمان بُرد کہ ہرچہ از زبانِ ایشاں شنید در انجیل یا در رسایل حواریین مندرج است"
یعنی آپ (صلعم) نے خیال کیا کہ جو کچھ یہ لوگ (نصاریٰ) کہتے ہیں وہ انجیل یا حواریوں
کی کتابوں میں درج ہے۔ پھر صفحہ ۹۸ پر یہ مسیحی واعظ رقمطراز ہے۔ "حیف است کہ ایشاں
دیرا فریفتہ اند" یعنی مجھے افسوس ہے کہ انہوں (یہودیوں) نے آپ صلعم کو دھوکہ دیا*
ایسا ہی اس یسوعی مصنف کی نظر میں مسلمان بھی اپنے نبی کی طرح (معاذ اللہ) سادہ
لوح لوگ ہیں جو انجیل کے سیدھے سادے الفاظ کو سمجھنے کی بھی قابلیت نہیں رکھتے
صفحہ ۱۵۸ میں لکھتے ہیں کہ مسلمان رئیس اینجہاں کا خطاب یوحنا باب ۱۴ ورس ۳۰
سے لیکر اپنے نبی کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ یہ شیطان کا نام تھا۔ ہمیں یہ کہنے
کی ضرورت نہیں کہ یہ بھی اس بے شمار غلط بیانیوں اور جھوٹوں میں سے ایک ہے جسکا
ارتکاب اس مسیحی مشنری نے اپنی اس کتاب میں بار بار کیا ہے۔ اس مسیحی مصنف کا
گمان ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم محض یہود و نصاریٰ کی سُنی سنائی باتوں پر ہی قانع
نہیں رہے بلکہ آپ کو جہاں کہیں سے کوئی قصہ کہانی یا کسی قسم کی تعلیم ملی اُسے آپنے

---

*حاشیہ۔ اگر پادری صاحب کا یہ کہنا درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ یہود و نصاریٰ
سے سُنتے اُسکو صحیح سمجھکر قرآن شریف میں درج کر دیتے تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہود و نصاریٰ تو
حضرت مسیح علیہ السلام کو ملعون یقین کرتے اور دونوں کا اسپر اتفاق تھا کہ وہ لکڑی پر لٹکائی
جا کر لعنت الٰہی کے مورد ہوئے مگر آپنے دوست و دشمن دونوں کے مسلمہ قول کو ردّ فرما دیا
اور حضرت مسیح علیہ السلام کو اس لعنت سے بری ٹھہرایا جو نہ صرف دشمن بلکہ خود حضرت مسیح علیہ السلام
کے پیرو آپ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ پھر یہودیوں کا پختہ یقین تھا کہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام
نعوذ باللہ نعوذ باللہ ولد الحرام تھے اور عیسائی بھی کسی باپ کا نام و نشان نہیں بتلا سکتے تھے
مگر پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اور آپکی والدہ ماجدہ کو اس الزام
سے بری کر دیا۔ کیا اب بھی پادری صاحبان کو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پہ کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی بلکہ جو کچھ یہود و غیرہم سے سُنا اُسی کو صحیح یقین کر لیا اور آپنے

بلا جانچ پڑتال اپنے مذہب میں داخل کردیا اور اس یسوعی واعظ کے خیال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الہامات کا منبع و ماخذ صرف ملک عرب ہی نہیں تھا بلکہ آپنے مصر۔ شام۔ ارمینیا۔ بابل۔ ایران اور ہندوستان تک سے مصالح جمع کیا تھا الغرض اس کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن شریف خدا کا کلام نہیں بلکہ (معاذ اللہ) حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اِدھر اُدھر سے جو کچھ سُنا اُسے الہام آلٰہی ظاہر کرکے قرآن نام رکھدیا۔ اور یہ کہ ایسی سُنی سُنائی باتوں کی چونکہ جانچ نہیں کی گئی اس لیئے انہیں سے اکثر غلط بھی ہیں۔ مصنف کتاب کے مسیحی دوستوں نے اس کتاب کی مدح سرائی

بقیہ حاشیہ۔ اُنکی باتوں پر اسقدر وثوق ہوتا تھا کہ اُنکی لچر سے لچر باتوں کو قرآن مجید میں جگہ دیدیتے۔ اگر قرآن شریف حضرت مسیح اور آپکی والدہ کی بریت نہ کرتا تو آج کئی کروڑ مسلمان یہود و نصاریٰ کی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کو نعوذ باللہ ملعون یقین کرتے اور جو الزام یہود آپؑ اور آپ کی والدہ پر لگاتے تھے اور جسکی خود عیسائی بھی کسی باپ کا پتہ نہ دیکر ایک طرح کی تائید کرتے تھے ضروری تھا کہ مسلمان بھی اُس الزام کو سچّا ہی یقین کرتے۔ مگر یہ قرآن مجید کا ہی احسان ہے کہ آج ایک دنیا حضرت مسیح علیہ السلام کو لعنتی نہیں بلکہ ایک راستباز صادق یقین کرتی ہے اور حضرت مریم کو نعوذ باللہ.... نہیں بلکہ صدیقہ کہکر پکارتی ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کو نعوذ باللہ.... نہیں بلکہ آپکے بےپدر ہونے پر ایمان لاتی ہے۔ اگر قرآن مجید مسیح علیہ السلام سے ان الزاموں کو دُور نہ کرتا تو جس جرأت اور دلیری کے ساتھ پادریصاحبان آجکل مسلمانوں میں منادی کرتے ہیں وہ مارے شرم کے مُنہ بھی نہ دکھا سکتے۔ کیونکہ پہلا سوال جو مسلمان پادریصاحبان سے کرتے وہ یہ ہوتا کہ پہلے اُس الزام کا جواب دو جو یہودی مسیحؑ کی ولادت کے متعلق پیش کرتے ہیں اور اگر اُنکا الزام صحیح نہیں تو پھر بتلاؤ کہ اُسکے باپ کا کیا نام تھا۔ پھر ہم تمہارے وعظ کو سُنیں گے۔ مگر افسوس۔ دنیا میں پادریوں جیسی ناشکرگذار اور احسان فراموش کوئی قوم نہیں۔ بجائے اسکے کہ وہ قرآن شریف کے اس احسان کی قدر کرتے اُلٹا یہ بدلہ دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ یہود سے سُنا اُسکو سچ سمجھ لیا۔ اگر آپ اُنکی باتوں کو

جسطرح خدا اور انسان کو ملایا ہے .... اُسی طرح زمین وآسمان کے قلابے ملادیئے ہیں
اور یہ بھی کہا ہے کہ مسلمان اس کی تردید نہیں کر سکتے۔ ولیم میور جس نے اس کتاب کا
انگریزی میں ترجمہ کیا ہے "رسالہ نائین ٹینتھ سینچری" میں اس کتاب پر ریویو کرتے وقت لکھتا
ہے۔ "ینابیع الاسلام ایک عظیم الشان کتاب ہے اور اس کے مطالعہ سے مصنف کتاب کی
اعلیٰ قابلیت کا پتہ ملتا ہے اب تک پادری فنڈرس اور دوسرے لوگوں نے بڑی قابلیت سے
اسلام کا جھوٹ اور غلط ہونا ظاہر کیا ہے لیکن یہ ہمارے اس مصنف کا حصّہ تھا کہ ایک نئے
اور پُرزور طرز سے ثابت کر دیا کہ اسلام کوئی آسمانی یا الہامی مذہب نہیں بلکہ خالصًا انسانی
بناوٹ ہے اس ثبوت میں جن عالمانہ اور پُرزور دلائل سے کام لیا گیا ہے انکی موجودگی میں
یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ نیک مسلمان کو تسلیم کے سوا کوئی اور چارہ ہو۔ اور اس تمام
کامیابی کیلئے مسیحی دنیا جناب پادری ڈبلیو سینٹ کلیر ٹسڈال کی ازحد مشکور رہی" میور صاحب
اپنے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں اس کتاب کی تعریف میں فرماتے ہیں "اس قابل یادگار
رسالہ کی تصنیف پر چرچ مشن خصوصیت سے مبارکباد کا مستحق ہے کیونکہ اول اس کا مصنف
اس مشن کا ایک معزز واعظ ہے۔ دوم اس کتاب سے قرآن جسکو مسلمان آسمانی اور الہامی کتاب
مانتے ہیں ایک زمینی اور انسانی تصنیف ثابت ہوتا ہے۔ ہمیں کامل امید ہے کہ اس کتاب کو
کثرت سے مشرقی ممالک میں پھیلایا جائیگا"

پیشتر اسکے کہ مَیں اس کتاب کی مفصل تردید کی طرف رجوع کروں مَیں مناسب سمجھتا ہوں
کہ دیباچہ میں ہی اس کتاب کی حقیقت کسیقدر ظاہر کردوں تا ناظرین کو معلوم ہو کہ جس کتاب
کی میور صاحب نے اسقدر تعریف فرمائی ہے وہ کس پایہ کی کتاب ہے۔ مَیں یہاں پادری ٹسڈال صاحب

بقیہ حاشیہ۔ سچا سمجھتے تو چاہیئے تھا کہ قرآن شریف میں یہ ہوتا کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) نعوذ باللہ نعوذ باللہ...... تھے۔ اگر قرآن شریف یہود کے قول کو نقل کرتا تو پھر پادری صاحبان ہرگز دنیا میں مُنہ دکھانے کے قابل نہ ہوتے اور نہ اُنکو یہ جرأت ہوتی کہ مسلمانوں میں آکر وعظ کرتے کیونکہ اُس صورت میں مسلمان فخر قرآن شریف کی وہ آیت سُنا دیتے جسمیں یہود کا قول متعلق ولادت حضرت مسیح درج ہوتا اور پھر پادری صاحبان کو سوائے بھاگنے کے اور کوئی چارہ نہ ہوتا۔ منہ

کی تحقیق کے چند نمونے ناظرین کے آگے پیش کرتا ہوں نمونہ نمبر اوّل۔ پادری صاحب صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۳ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ مریم کی آیت کریمہ کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا۔ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ الخ کے مضمون کو ایک قبطی کتاب مسمیٰ بہ انجیل طفولیت سے اخذ کیا اور اس انجیل کا علم آپ کو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ پہنچا مگر شاید پادری صاحب کو اس امر کا علم نہیں کہ سورۂ مریم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور یہ وہی سورۃ ہے جو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی شاہ حبشہ کے سامنے اسوقت پڑھکر سنائی تھی جب قریش نے مہاجرین حبشہ کو گرفتار کرنیکے لیے اپنے سفیر نجاشی کے پاس بھیجے تھے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہجرت سے کم از کم چھ سات سال پہلے یہ سورۃ نازل ہو چکی تھی۔ ملاحظہ ہو لائیف آف محمد صلی اللہ علیہ وسلم مصنفہ میور صفحہ ۸۹۔ اور حضرت ماریہؓ کو مقوقس شاہ مصر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں ہجرت کے ساتویں سال میں بھیجا۔ ملاحظہ ہو میور کا بیان لائیف آف محمد صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۳۵۹ میں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت ماریہؓ آیت مذکورہ کے نزول سے کم از کم چودہ سال بعد میں مدینہ میں پہنچی مگر پادری ٹسڈال صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیت آپنے حضرت ماریہؓ قبطی سے سیکھی کیا پادری صاحب اسی علم کے بھروسہ پر اسلام کے بنا بیخ تلاش کرنے بیٹھے ہیں ایسے آدمی سے تحقیق کی کیا امید ہو سکتی ہے جو چودہ سال قبل نازل شدہ آیت کی نسبت کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو ایسے شخص سے سیکھا جو چودہ سال بعد آپکے پاس آیا اگر پادری صاحب کی جہالت پر افسوس آتا ہے تو میور کی حق پوشی پر اس سے کوئی کم افسوس نہیں آتا جس نے پادری صاحب کے اس بیان کو انگریزی میں لفظ بلفظ ترجمہ کر دیا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا تھا کہ پادریصاحب کا یہ بیان سراسر باطل اور لغو ہے اور پھر طرفہ یہ کہ پادری صاحب کے علم کی تعریف کرتا ہے اور انکی کتاب کو بے نظیر قرار دیتا ہے اور چرچ مشن کو مبارکباد دیتا ہے کہ ان کے مشن میں ایسا بے بدل انسان پیدا ہوا۔ یہ ہے مسیحی صاحبان کی راستبازی اور یہ ہے پادری ٹسڈال صاحب کے اسلام کے متعلق وسیع معلومات کا اعلیٰ نمونہ۔ قرآن مجید کے کل انگریزی تراجم میں سورۂ مریم کو

مکّی سورتوں میں لکھا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک معمولی سی لائیف سے بھی یہ پتہ لگ سکتا ہے کہ شاہ مصر نے حضرت ماریہؓ کو ۷ھ ہجری المقدس میں مدینہ میں بھیجا۔

نمونہ نمبر دوم۔ پھر پادری صاحب صفحہ ۱۶۴ میں اسلام کے متعلق اپنے وسیع معلومات کا ایک اور بھاری ثبوت دیتے ہیں صفحہ ۱۶۰ پر آپ قرآن مجید کی دو آیات پیش کرتے ہیں ایک سورۂ شوریٰ رکوع ۲ میں ہے دوسری سورہ القارعہ میں ہے ان دونوں آیات میں میزان کا ذکر ہے چنانچہ سورۂ شوریٰ کی آیت ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ الْمِیْزَانَ اور سورۂ قارعہ میں ہے فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ پادریصاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں آیات کا مضمون ایک قبطی کتاب وصیت نامہ ابراہیم سے لیا اور اسکا اصل ماخذ مصر کی ایک پرانی کتاب مسمیٰ بہ کتاب الاموات ہے اور اس کتاب کا علم بھی آپکو حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ ہی پہنچا۔ کاش کہ پادری صاحب اس عجیب وغریب تحقیق کے شائع کرنے سے پہلے ایک قرآن مجید کا نسخہ ہی اُٹھا کر دیکھ لیتے اور آپ کو معلوم ہوجاتا کہ یہ دونوں سورتیں مکّی ہیں مگر شاید قرآن شریف کے دیکھنے سے بھی آپ کو فائدہ نہ ہوتا کیونکہ آپ کو اتنا بھی علم نہ تھا کہ حضرت ماریہؓ کب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی پادریصاحب کا ایسا خیال معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ماریہؓ نزول قرآن سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ چکی تھیں۔ اسی وجہ سے ہر ایک آیت کے متعلق پادریصاحب جھٹ کہدیتے ہیں کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے سیکھی۔ اور یہ نہیں دیکھتے کہ یہ آیت کب اور کہاں نازل ہوئی۔ یہاں پادریصاحب نے اپنی عقلمندی کا ایک اور بھی ثبوت دیا ہے پادری صاحب نے دو آیات پیش کی ہیں ایک سورۂ شوریٰ سے اور دوسری سورہ القارعہ سے گویا پادری صاحب کے نزدیک دونوں آیتوں میں ایک ہی قسم کی میزان کا ذکر ہے۔ یعنی دونوں میں قیامت کے دن اعمال کے تولا جانے کا ذکر ہے اگر پادریصاحب کچھ بھی عقل سے کام لیتے تو انکو معلوم ہوجاتا کہ سورہ شوریٰ کی آیت کا وہ مضمون نہیں ہے جو سورہ القارعہ کی آیت کا ہے سورہ القارعہ میں قیامت کے دن اعمال تولا جانیکا ذکر ہے

اور سورۂ شوریٰ میں ایک ایسی میزان کا ذکر ہے جو خدائے تعالیٰ انبیاءؑ کے ذریعہ اس عالم میں نازل کرتا ہے۔ یعنی عدل وانصاف کے قواعد۔

نمونہ نمبر سوم۔ پادری صاحب نے باب پنجم میں ان تعالیم کا ذکر کیا ہے جو اس کے خیال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زردشت کی تعلیم سے اخذ کیں ایسی تعالیم حسب ذیل ہیں۔ اوّل معراج کا واقعہ دوّم جنت۔ حور وغلمان اجنّہ ملک الموت سوم ابلیس چہارم نور محمدی پنجم پلصراط۔ ششم آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم ہفتم عقیدہ کہ پہلا نبی آنیوالے نبی کی خبر دیتا ہے۔ ہشتم پانچ وقت کی نماز۔ پیشتر اسکے کہ میں پادریصاحب کی نادانی کا ذکر کروں میں ناظرین کی توجہ اس امر کی طرف پھیرتا ہوں کہ وہ دیکھیں کہ یہ تعالیم وعقائد وآیات کس زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی کب اور کس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بیان فرمایا۔ نمبر ۴ و ۵ ان ہر دو کا ذکر تو قرآن مجید میں نہیں ہے اور نہ ہی پادری صاحب نے اسکے ثبوت کے لیے کسی معتبر احادیث کی کتاب کا حوالہ دیا ہے اسلیئے فی الحال ان امور کے ذکر کی میں ضرورت نہیں سمجھتا۔ باقی قریباً کل امور کے متعلق ہر ایک شخص جسکو اسلامی تاریخ کا کچھ علم ہے۔ اور جس نے قرآن مجید کو کبھی پڑھا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ وہ ہجرت سے قبل کے واقعات اور تعالیم ہیں۔ مثلاً معراج کے ذکر میں پادری صاحب سورۃ اسراء کی پہلی آیت پیش کرتے ہیں۔ اور شاید پادری صاحب کو علم ہوگا کہ یہ سورۃ مکّہ معظمہ میں قبل از ہجرت نازل ہوئی۔ اگر پادریصاحب کو علم نہیں تو وہ میور کی کتاب لائف آف محمد (صلعم) ہی ملاحظہ فرمالیں۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۱۷ کے دیکھنے سے پادری صاحب کو معلوم ہوجائیگا کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے۔ ایسا ہی جنت کی تعلیم بھی مکّی آیات میں پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر پادری صاحب ملاحظہ فرمادیں۔ انعام ۱۵۔ اعراف ۵ رعد ۵ وغیرہا یہ سب سورتیں مکّی ہیں۔

حور وغلمان کے متعلق پادریصاحب سورۃ رحمٰن اور سورۃ واقعہ کی آیات پیش کرتے ہیں اور یہ دونوں سورتیں مکّی ہیں۔ شیطان اور اجنّہ کا بھی مکّی سورتوں میں ذکر ہے۔ ملاحظہ ہوں انعام ۱۴۔ اعراف ۳ و ۱۴۔ ابراہیم ۴۔ حجر ۲ و ۳ نحل ۱۳ احقاف ۴

رحمٰن ۲ وغیرہا۔ یہ سب سورتیں مکّہ میں نازل ہوئیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی آیت کریمہ مکّی سورتوں کے شروع میں بھی ایسی ہی درج ہے جیسے مدنی سورتوں کے شروع میں اور خود قرآن شریف کے اندر سورۃ نمل میں موجود ہے اور یہ سورۃ بھی مکّہ ہی میں نازل ہوئی۔ پانچ وقت کی نماز بھی مسلمان مدینہ میں آنیسے پہلے ادا کرتے تھے۔ جو ثبوت پادری صاحب نے اس امر کے ثابت کرنیکے دیئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تعالیم کو زردشتیوں سے حاصل کیا۔ وہ نہایت ہی عجیب وغریب ہیں۔ یہاں مَیں صرف ایک ثبوت کا ذکر کرتا ہوں جو سب ثبوتوں کا گل سرسبد ہے اور جسپر پادریصاحب نے بڑا زور لگایا ہے۔ پادری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تعلیمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلمان فارسی کے ذریعہ پہنچی تھیں۔ واہ واہ پادری صاحب نے تو کمال کر دیا۔ اس سے زیادہ صریح ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔ پادری صاحب نے اظہر من الشمس کر دیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعالیم سلمان فارسی کے ذریعہ سنکر قرآن مجید میں داخل کر دیں۔ مگر افسوس پادریصاحب کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ سلمان فارسی کب اور کہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اگر پادری صاحب کو علم ہوتا۔ کہ وہ مدینہ میں ہجرت کے بعد مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوا۔ تو وہ ایسی قابل شرم غلطی کا ارتکاب نہ کرتے کہ مکّہ کی تعلیم کو ایسے شخص کی طرف منسوب کرتے جو نزول تعلیم کے وقت نہ تو مکّہ میں موجود تھا اور نہ اس نے ابھی اسلام قبول کیا تھا یہ ہے پادری صاحب کی تحقیق کا نمونہ اور ایسی تحقیق کے بھروسہ پر آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کتاب کے دلائل ایسے زبردست ہیں۔ کہ اسلام کی بنیاد کو متزلزل کرنا تو کجا بالکل منہدم کر دیتے ہیں۔ پھر طرفہ یہ ہے کہ پادری صاحب فرماتے ہیں۔ کہ یہ صرف میری اپنی تحقیقات نہیں بلکہ اُس زمانہ کے لوگ بھی یہی رائے رکھتے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم سلمان فارسی سے سیکھی۔ اس دعوے کے اثبات میں بھی پادری صاحب ایک بڑی زبردست شہادت پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ سورۃ نحل کی آیت وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ

میں جس بشر کا ذکر ہے۔ وہ سلمان فارسی ہی تھے۔ کاش پادری صاحب اس نتیجہ پر پہنچنے سے پہلے کسی اور شخص سے ہی دریافت کر لیتے۔ کہ جس آیت کا آپ ذکر فرماتے ہیں وہ کس زمانہ کی آیت ہے۔ آیا اس آیت کے نزول کے وقت سلمان فارسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود بھی تھے۔ یا نہیں۔ تا پادری صاحب پردہ دری کے دردناک عذاب سے بچ جاتے۔ پادری صاحب کو معلوم ہو۔ کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اگر عربی قرآن مجید پاس نہیں۔ تو انگریزی ترجمہ کو دیکھکر بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ یہ آیت ہجرت سے کئی سال پہلے نازل ہو چکی تھی۔ ان مثالوں کو دیکھکر پادری صاحب پر یہ افسوس آتا ہی۔ کہ انہوں نے بے فائدہ اسقدر محنت اُٹھائی۔ قدیم ژند اور پہلوی زبان کے حوالے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر کتاب کو سیاہ کر دیا۔ اور جب اس امر کے ثبوت کا وقت آیا۔ کہ ژند و دستا کی تعلیمیں کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچیں۔ تو ایسا بیہودہ امر پیش کر دیا۔ جس سے انکی ساری کارروائی پر پانی پھر گیا۔ اور جو طومار قدیمی حوالجات کا جمع کیا تھا۔ وہ یک لخت بہ گیا۔ کیونکہ جس شخص کا پادری صاحب نے نام لیا۔ اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے سے کئی سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تعلیم قرآن مجید میں سے لوگوں کو سنا چکے تھے۔ پادری صاحب کی حالت پر تو اس لیئے افسوس آتا ہے۔ کہ انکی ساری محنت یونہی رائگاں ہو گئی۔ انہوں نے یہ کتاب لکھکر خواہ نخواہ اپنی پردہ دری کرا لی۔ مگر ولیم میور کے انگریزی ترجمے پر جب نظر پڑتی ہے۔ تو انپر پادری ٹسڈال کی نسبت اور بھی زیادہ افسوس آتا ہے۔ کیونکہ پادری صاحب کئی طرح سے معذور بھی تھے۔ اول تو وہ علمی کم مائگی کی وجہ سے معذور تھے۔ بلکہ ضروری تھا۔ کہ وہ ایسی غلطیوں کا ارتکاب کر کے اپنے سرمایہ علمی کا راز افشا کرتے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎ تا مرد سخن نگفتہ باشد۔ عیب و ہنرش نہفتہ باشد۔ دوم اگر یہ مان بھی لیا جاوے کہ وہ اسلامی معلومات سے ایسے بے بہرہ نہیں جیسے انکی کتاب سے ہویدا ہوتا ہے۔ پھر بھی انکے لیئے ضروری تھا کہ عوام الناس کو مغالطہ دینے کیلیئے وہ ہر ایک قسم کا ذریعہ استعمال کرتے۔ اور اپنی مشنری کا حق ادا کرتے۔ انکو ریورنڈ کا خطاب حاصل ہے۔ انہوں نے اس خطاب کا حق بھی آخر ادا کرنا تھا۔ پس اگر انہوں نے بے علمی سے ایسا نہیں کیا۔ تو صرف عوام پر اثر ڈالنے کے

لیئے خلاف واقعہ امور کو درج کر دیا۔ کیونکہ پادری صاحبان اپنی غرض کے حاصل کرنے میں ایک جائز و ناجائز راہ اختیار کرنیکے لیئے تیار رہتے ہیں۔ اس لیئے پادری صاحب پر اسقدر افسوس نہیں۔ جسقدر ولیم میور پر افسوس ہے۔ کیونکہ اسکی نسبت یہ گمان نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ ان واقعات کا علم نہیں رکھتا تھا۔ اسکی اپنی کتاب پادری صاحب کے بیان کی تغلیط کر رہی ہے۔ لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صفحہ ۲۹۷ کے پڑھنے سے ہر ایک شخص کو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ سلمان فارسی مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوئے۔ جیسا کہ تاریخ اسلام میں بصراحت مذکور ہے۔ اور جس آیت کریمہ کی نسبت پادریصاحب لکھتے ہیں۔ کہ اس میں سلمان فارسی ہی کا ذکر ہے۔ اسکی نسبت میور کا بیان صفحہ ۶۵ پر ملاحظہ ہو۔ جو پادری صاحب کے خیال کی تردید کر رہا ہے۔ اور لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صفحات ۴۳-۵۷ کے ملاحظہ سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ جس تعلیم کی نسبت پادری صاحب لکھتے ہیں۔ کہ آنحضرت (صلعم) نے سلمان فارسی سے سیکھی۔ وہ مکہ میں ابتدا ہی سے نازل ہو چکی تھی۔ پس ولیم میور کو خوب علم تھا۔ کہ پادری صاحب کا یہ کہنا کہ یہ تعلیمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی سے سیکھیں۔ سراسر جھوٹ اور کذب ہے۔ مگر پھر بھی پادری صاحب نے اس کذب کو انگریزی میں ترجمہ کرکے جھوٹ کے پھیلانے میں اعانت کی اور صرف اعانت ہی نہیں کی بلکہ اس کتاب کو بہت سے عزت کے خطابوں کا شرف عطا کیا ہے۔ ایسی کارروائی ایک ایسے شخص کے لائق نہیں۔ جو نہ صرف مؤرخ ہونیکا مدعی ہو۔ بلکہ ممتاز عہدوں کا رکھنے والا اور کے۔ سی۔ ایس۔ آئی جیسے معزز القاب سے سرفراز ہو۔ اور جسکا نام سر کے خطاب سے مزین ہو۔ مگر مسیحی صاحبان میں اسلام کی مخالفت کا ایک عجیب جوش ہے۔ کہ سر ولیم میور۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ایل ایل ڈی۔ ڈی سی ایل۔ پی ایچ ڈی جیسے معزز انسان بھی حق کا خون کرکے اپنے روشن نام کو رنگین کرنیسے پرہیز نہیں کرتے۔

نمونہ نمبر چہارم۔ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۱-۲۲۲ پر پادری صاحب لکھتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا سبق زید بن عمر سے سیکھا جسکو شہر والوں نے اسی عقیدہ کی وجہ سے شہر سے کوہ حرا کی طرف نکالدیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی عبادت الٰہی

کیلیئے اسی پہاڑ میں جایا کرتے تھے۔ اور وہاں دونوں کی ملاقات ہوتی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی تعلیم کا پہلا سبق اسی زید بن عمرو سے حرا پہاڑی کے مکتب میں بیٹھ کر پڑھا۔ افسوس کہ اس امر میں بھی ولیم میور صاحب پادریصاحب کی تردید ہی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی کتاب لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا کی طرف عبادتِ الٰہی کیلیئے تشریف لیجاتے تھے۔ تو انکے قریب ہی زید بن عمرو کی قبر تھی۔ تعجب ہے کہ اگرچہ ولیم میور نے پادری صاحب کی عجیب و غریب کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ مگر اپنی کتاب لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں پادری صاحب کی ایک بات کی بھی تصدیق نہیں کرتے۔ پادری صاحب تو فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں تشریف لیجاتے۔ تو اسی پہاڑی میں زید بھی گشت لگاتے ہوئے آپسے آکر ملاقات کرتے۔ اور توحید کا سبق آپنے اسی سے پڑھا۔ مگر میور لکھتا ہے کہ زید اس زمانہ سے پہلے مرچکا ہوا تھا۔ ہاں اس کی قبر وہاں ضرور تھی۔ پادری صاحب تحقیق میں تو کمال رکھتے ہیں۔ مگر وقت کا حساب کرنے میں ہمیشہ چوک جاتے ہیں۔ حضرت ماریہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہما کے معاملہ میں بھی وقت میں ہی غلطی کھائی تھی۔ اور زید بن عمرو کے بارے میں بھی وقت میں ہی غلطی کھا گئے۔ انکے نزدیک اس امر کے ثابت کرنیکے لیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا سبق زید سے سیکھا اتنا ہی دکھا دینا کافی ہے۔ کہ زید بھی حرا پہاڑی میں گھوما کرتا تھا۔ اور آپنے بھی اسی پہاڑی میں عبادتِ الٰہی کے لیئے خلوت اختیار کی ان کے نزدیک یہ امر دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ کہ وہ زمانہ بھی ایک تھا یا نہیں صرف مکان کا ایک ہونا کافی ہے زمانہ کا ایک ہونا انکے نزدیک چنداں ضروری نہیں۔ اگر پادری صاحب کہیں بدقسمتی سے سشن جج مقرر کیئے جاتے تو بہت سے بے گناہ لوگوں کو صرف اسلیئے پھانسی پر چڑھا دیتے۔ کہ جس جگہ مقتول کی لاش پائی گئی ہے۔ اسی جگہ ملزم کا جانا ثابت ہے۔ خواہ ملزم قتل سے چار دن بعد وہاں گیا ہو یا ایک ہفتہ پہلے صرف اسی جگہ جانا اسکے قاتل ہونے کا کافی ثبوت ہے۔

نمونہ نمبر پنجم۔ پادری صاحب نے جو اسلام کی تعلیم کا نمونہ دیا ہے وہ بھی قابل دید ہے۔ آپنے تفاسیر کے بے بنیاد قصوں کو قرآنی قصص ظاہر کیا ہے۔ اور تفاسیر پر ہی بس نہیں کی۔

بلکہ اور قصص کی کتابوں میں بھی جو لغو قصّے بھرے پڑے ہیں۔ انکو بھی لیکر اسلامی تعلیم انکا نام رکھا ہے۔ مثال کے طور پر مَیں ایک قصّہ یہاں درج کرتا ہوں۔ جسکو پادری صاحب نے اسلامی تعلیم کے نام پر ناظرین کے آگے پیش کیا ہے۔ صفحہ ۱۰۷ پر اس امر کے ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہوئے کہ لوح محفوظ کا عقیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے سیکھا لکھتے ہیں۔ اگر استفسار کنیم۔ کہ اہل اسلام در بارہ آں لوح محفوظ چہ چیز را از احادیث خود آموختہ اند۔ جواب ایں سوال را در قصص الانبیار می یابیم۔ و آں اینست۔ آنگاہ در زیر عرش دانہ مروارید بیافرید و از اں مروارید لوح محفوظ را بیافرید۔ بلندی وے ہفت صد سالہ و پہنائی او سہ صد سالہ راہ۔ گرداگرد وے ہمہ بیاقوت سرخ آراستہ شدہ۔ الخ (ترجمہ) اگر ہم یہ دریافت کریں۔ کہ احادیث میں مسلمانوں کو لوح محفوظ کے متعلق کیا تعلیم دی گئی ہے۔ تو اس کا جواب قصص الانبیار کے صفحہ ۳ و ۴ پر ملیگا۔ وہ یہ ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ نے عرش کے نیچے مروارید کا دانہ پیدا کیا۔ اور اس مروارید کے دانہ سے لوح محفوظ کو پیدا کیا۔ جسکی بلندی سات سو سال کی راہ ہے۔ اور جسکی چوڑائی تین سو سال کی راہ ہے۔ اور اُسکا گرداگرد سُرخ یاقوت سے آراستہ کیا گیا ہے۔ دیکھئے یہ ہی اسلام کی تعلیم جو پادری صاحب پیش کرتے ہیں۔ آپ راستبازی کو بالائے طاق رکھکر اس افسانہ کا نام حدیث یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ قصص الانبیار کا مصنف اس کہانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کرتا۔ اگر اسکو منسوب بھی کرتا۔ پھر بھی عقلمند آدمی اسکو صحیح حدیث قرار نہ دیگا۔ یہ ہے نمونہ اس اسلامی تعلیم کا جسکا کھوج پادری صاحب قدیمی کتابوں میں سے نکال کر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تعلیمات غیر مذاہب سے سیکھیں۔

نمونہ نمبر ششم۔ میں یہاں پادری صاحب کی ایک اور حدیث کو نقل کرتا ہوں۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہو۔ کہ انہوں نے کیسی لچر اور بے ہودہ تعلیم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنیکی کوشش کی ہے۔ آپ صفحہ ۱۱۱ پر قصص الانبیار میں سے ایک اعلیٰ پایہ کی حدیث نقل کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ در قصص الانبیا گفتہ شدہ است۔ کہ روزے عبداللہ بن سلام

از حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پرسید۔ فراز زمین از چیست۔ گفت از کوہ قاف۔ گفت کوہ قاف از چیست۔ گفت۔ از زمرد سبز و سبزی آسمان از آنست۔ گفت صدقت یارسول اللہ گفت بالائے کوہ قاف چہ مقدار است۔ گفت پانصد سالہ راہ است۔ گفت گرداگرد وے چنداست۔ گفت گرداگرد وے دو ہزار سالہ راہ است۔ ؛

اب یہ ایسا لغو قصہ ہے۔ کہ سمجھدار مسلمان تو کجا ایک انصاف پسند عیسائی یہودی یا ہندو بھی ایک لمحہ کیلئے یہ قبول نہیں کریگا۔ کہ یہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔ مگر پادری صاحب ایسی بہت سی بیہودہ باتوں کو قصوں کی کتابوں میں سے نقل کرکے پیش کرتے ہیں۔ کہ یہ اسلام کی تعلیم ہے۔ ایسی بہت سی مثالیں کتاب ینابیع الاسلام میں سے درج کیجا سکتی ہیں۔ جو درحقیقت لغو کہانیاں ہیں۔ مگر پادری صاحب ان کہانیوں کو اسلامی تعلیم کے نام پر پیش کرتے ہیں۔ اور پھر پرانی غیر مذاہب کی کتابوں میں سے ان قصوں کے اصل نکال کر یہ ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ کہ اسلام کی تعلیم غیر مذاہب سے لی گئی ہے۔ ان دو مثالوں سے ناظرین پادری صاحب کی راستبازی اور آپکی تحقیقات کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔ اور یہ بھی دیکھ سکتے ہیں۔ کہ کتاب ینابیع الاسلام جو ایسے لغو قصوں سے از سرتاپا بھری پڑی ہے۔ کس پایہ کی کتاب ہے۔ ان مثالوں سے اگر پادریصاحب کی راستبازی اور دیانتداری کا پتہ لگتا ہے۔ تو ولیم میور کی حق پسندی کا بھی اندازہ ہوسکتا ہے۔ جو ایسی لچر کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کرکے اپنی خوشنودی کا سرٹیفکٹ پادریصاحب کو عطا کرتا ہے۔ ولیم میور بخوبی جانتا تھا۔ کہ یہ اسلامی تعلیم نہیں ہے۔ اور جن کتابوں قصص الانبیا۔ عرائس المجالس و روضۃ الاحباب اور التواریخ القدیمہ وغیرہ کا حوالہ پادری صاحب دیتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے نزدیک کوئی مسلم کتابیں نہیں ہیں۔ اور نہ کوئی اسلامی فرقہ ان کتابوں کو احادیث کی کتابوں میں شامل کرتا ہے۔ مگر پھر بھی ولیم میور اس کتاب کی تعریف کے گیت گاتا ہے۔ افسوس! ولیم میور نے ایسی کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کرکے اور پھر اسپر اپنی تصدیق کی مُہر لگا کر اپنی مؤرخیت پر ایک ایسا کالا دھبا لگایا ہے۔ جسکو اب کوئی پانی دھو نہیں سکتا

؛ ترجمہ۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ زمین کا اونچا مقام کونسا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کوہ قاف۔ اُس نے پھر سوال کیا۔ کوہ قاف کس چیز سے بنا ہوا ہے۔ آپنے فرمایا سبز زمرد سے اور آسمان کا سبز رنگ بھی اسی پہاڑ کی وجہ سے ہے۔ عبداللہ بن سلام بول اُٹھے۔ سچ فرمایا آپنے اے اللہ کے رسول۔ پھر سوال کیا کہ کوہ قاف کی اونچائی کسقدر ہے۔ آپنے فرمایا۔ پانچ سو سال کی راہ۔ پھر سوال کیا کہ اُسکا گردہ کسقدر ہے آپنے جواب دیا کہ دو ہزار سال کی راہ۔

یسے مؤرخ سے انصاف کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

نمونہ نمبر ہفتم۔ پادری صاحب نے یہی نہیں کیا کہ بے بنیاد کہانیوں کو قصص کی کتابوں سے نکالکر اسکو اسلامی تعلیم کے نام پر پیش کیا ہے بلکہ جہاں آپ کو کوئی قصوں کی کتاب بھی سند کیلئے نہیں ملی۔ تو کہدیا ہے۔ کہ یہ بات عرب وعجم میں مشہور و معروف ہے۔ اس لئے سند کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ آپ صفحہ ۷۲ پر ایک کہانی لکھتے ہیں۔ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک دن قرآن شریف کی آیت اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ پڑھ رہی تھیں کہ اچانک اس جگہ امرء القیس کی بیٹی بھی آگئی۔ اور آیت سنکر کہنے لگی۔ کہ یہ آیت تیرے باپ نے میرے باپ سے سنکر لکھدی ہے۔ اور پھر کہتا ہے۔ کہ یہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی۔ یہ کہانی لکھکر جب سند کا موقع آیا۔ تو بجائے سند پیش کرنیکے آپ فرماتے ہیں کہ ایں حکایت درمیان عرب وعجم مشہور است۔ یہ پادری صاحب کی راست گوئی ہے۔ جب سند پیش نہیں کر سکے۔ تو کہدیا ہے۔ کہ یہ کہانی تو کل دنیا میں مشہور ہے تا پڑھنے والا یہ سمجھے۔ کہ ایک مسلّم واقعہ ہے۔ حالانکہ یہ سراسر کذب ہے۔ اگر کذب نہیں۔ تو پادری صاحب کوئی معتبر ثبوت پیش کریں۔ مندرجہ بالا سات نمونوں سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ یہ کتاب جسکو پادری صاحبان لاجواب فرماتے ہیں۔ کس حیثیت کی کتاب ہے۔ اب میں بعونہ تعالیٰ اس کتاب کی مفصل تردید کیطرف رجوع کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں۔ رب تمم ما اردت واجعل برکۃ فیما قصدت واتنی ما فقدت۔ انت مولائے فی الدنیا والاخرۃ وانت ارحم الراحمین۔ آمین ثم آمین

ینابیع کا بنیادی پتھر

صرف یہی نہیں۔ کہ پادری ٹسڈال نے اپنی کتاب کو بہت سے قصوں سے بھر دیا ہے بلکہ وہ بنیاد ہی جسپر آپ نے ایک بڑی بھاری عمارت اُٹھائی ہے غلط ہے۔ اپنی تمہید میں آپ لکھتے ہیں۔ درباره اینکہ قرآن تصنیف انسانی نیست۔ بلکہ تماماً از جانب

تعالیٰ بواسطہ حضرت جبرائیل فرشتہ برحضرت محمد نازل شدہ جمیع اہل اسلام برایں عقیدہ متفق الرائے بودہ وہستند۔ پس اگرایں بیان راقبول کنیم۔ باید اقرار نمائیم کہ ینبوع وحید قرآن و سرچشمہ تمامی دین اسلام خود خدائے عزّ و جل رب العالمین سبحانہٗ وتعالیٰ می باشد۔ وہیچ سرچشمہ دیگر نداشتہ وندارد۔ لہٰذا اگر ممکن باشد کہ شخصے تفتیش وتفحص نمودہ ایں را اظہر من الشمس ثابت بگرداند۔ کہ اکثر اجزائے قرآن و بسیارے از عقائد اسلام بے شک وشبہ از ادیان دیگر و از کتبے کہ در ایام حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود بود وحالا نیز است۔ انتخاب شدہ است۔ پس بنیاد دین اسلام تماماً و کلیۃً منہدم گردد۔ صفحہ (۱۱) اسی عبارت کو میور اپنے الفاظ میں اسطرح لکھتا ہے ”مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انکا مذہب خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہے اور قرآن و دیگر عقائد اسلام خدائے تعالیٰ نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جبرائیل کے وساطت سے نازل کیئے تھے پس جب خدائے تعالیٰ ہی اسلام کا منبع ہوا تو اسلام کے کسی عقیدہ کیلئے انسانی منبع تلاش کرنا محال ٹھہرتا ہے لیکن اگر ہم قرآن کی تعلیم کے کسی حصہ کو کسی زمینی چشمہ یا اُن انسانی مذاہب سے جو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ سے پہلے موجود تھے نکالکر دکھائیں تب اسلام کی ساری عمارت منہدم ہوجاتی ہے۔“ صفحہ (۲)

مذکورہ بالا عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر دو مسیحی صاحبان کی رائے میں دین اسلام کی تکذیب کے لیئے صرف یہی بات کافی ہے کہ اسلام کی تعلیم کو دوسری کتابوں یا دوسرے اَدیان کے عقائد سے نکالکر دکھایا جاوے اور یہی ایک خیال ہے کہ جس پر ینابیع کی بنیادیں اُٹھائی گئی ہیں۔ اور اسی کو مدِّ نظر رکھکر چرچ مشن کے پادری نے پُرانی کتابوں اور تاریخی صحائف کی ورق گردانی کی ہے تاکہ قرآن کی تعلیم کو انسانی تصنیف ثابت کرے۔ اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر ایک مسلمان اس امر کو اظہر من الشمس کردے کہ وہ خیال ہی سراسر خام اور جھوٹا ہے جس پر مسٹر ٹسڈال نے اپنی کتاب کی بنیاد رکھی ہے۔ تو کیا مسیحی صاحبان یہ تسلیم نہ کرینگے

کہ وہ ساری عمارت جسکو ان کے واعظ نے برسوں کی محنت سے تعمیر کیا ایک آن کی آن میں منہدم ہو جائیگی۔ مسٹر ٹسڈال نے جو دلیل مذکورہ بالا عبارت میں دی ہے۔ اس پر مسیحی خوش ہوں تو ہوں۔ مگر ایک مسلمان کی سمجھ میں ہرگز نہیں آتا کہ کس طرح آنحضرت صلعم کی تعلیم کو دوسرے ادیان اور کتب سے نکال کر دکھانے سے اسلام کی تکذیب ہو سکتی ہے۔ ایک مسلمان کے نزدیک اسلام کی تکذیب کی بجائے اس سے تو قرآن کے دعاوی کی تصدیق ہوتی ہے۔ قرآن کا یہ دعویٰ نہیں کہ اسلام کی تعلیم کوئی ایسی تعلیم ہے جو پہلے نازل نہیں ہوئی اور نہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی کہیں ایسا دعویٰ کیا ہے کہ آپ سے پہلے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیئے کوئی نبی نہیں آیا اور آپ ایک انوکھے رسول ہیں۔ برعکس اسکے مسلمانوں کی پاک کتاب صاف طور پر یہ تعلیم دیتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی رسالت کسی ایک ملک یا ایک قوم تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ تمام ممالک اور تمام اقوام میں خدائے تعالیٰ کے فرستادہ۔ لوگوں کی ہدایت کے لیئے مامور ہو کر آتے رہے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو کہ قرآن کریم نے کس طرح صفائی کے ساتھ اس بات کا اعلان کر دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔

(۱) یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (اعراف ۴)

اے آدم کے بیٹو اگر تمہارے پاس رسول آئیں تمھیں میں سے بیان کریں تم پر میرے نشانات۔ پس جو شخص تقویٰ کرے گا اور نیکی کریگا تو انہیں کوئی خوف و حزن نہ ہوگا۔

(ب) لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (حدید ۳) تحقیق ہم نے رسولوں کو کھلے نشانات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (قواعد عدل) نازل کیں تاکہ لوگ عدل کو قائم رکھیں۔

(ج) فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا۔ (النساء ۶)

پس کیونکر ہوگا جب ہم ہر ایک امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھو ان لوگوں پر گواہ لائیں گے۔

(د) وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ. (نساء ۲۳) اور بھیجے ہم نے رسول جن میں سے بعض کا ذکر ہم نے تجھ پر پہلے کر دیا ہے اور بعض کا ذکر تجھ پر نہیں کیا۔

(ه) قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (احقاف ۱) کہہ (اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں۔

(و) اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝ (فاطر ۳) نہیں تو مگر ایک ڈرانیوالا۔ تحقیق ہم نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے خوشخبری دینے والا اور ڈرانیوالا اور کوئی اُمت نہیں مگر اس میں ڈرانیوالا گذرا ہے۔

(ز) اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ (رعد ۱) سوائے اسکے نہیں کہ تو ایک ڈرانیوالا ہے۔ اور ہر ایک قوم کیلئے ہدایت دینے والا گذرا ہے۔

(ح) وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ (یونس ۵) اور ہر ایک اُمت کے لیئے ایک رسول ہے۔

(ط) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا (نحل ۵) تحقیق ہم نے ہر ایک اُمت میں رسول مبعوث کیا۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات کا حوالہ دیکر دکھایا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم ان تمام رسولوں اور ڈرانیوالوں کے خدا کی طرف سے مامور ہونے کی تصدیق فرماتا ہے۔ جو وقتاً فوقتاً مختلف ممالک میں مبعوث ہوئے ہیں۔ اور یہ کہ رسولؐ عربی علیہ الف الف سلام کی تعلیم وہی تعلیم ہے جو پہلے انبیاء علیہم السلام نے دی تھی۔ لیکن ہمارے خیال میں مذکورہ بالا قرآنی حوالجات ان امور کے ثبوت کے لیئے کافی سے زیادہ ہیں۔ اسی طرح خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرقان حمید تمام گذشتہ آسمانی کتابوں اور صحف انبیاءؑ کی تصدیق کرتا ہے۔ ذیل کی چند آیات ملاحظہ ہوں۔

(۱) قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (بقرہ ۱۲) کہہ جو کوئی جبریل کا دشمن ہے پس تحقیق اس نے اُتارا ہے اس (قرآن) کو تیرے دل پر جو تصدیق کرتا ہے

اس (کلام) کی جو اس سے آگے ہے اور مومنوں کیلئے ہدایت و خوشخبری ہے۔
(ب) نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (آل عمران ۱)
اللہ تعالیٰ نے اُتاری ہے تجھ پر یہ کتاب حق کے ساتھ جو اس (کلام) کی تصدیق کرتی ہے جو اسکے آگے (نازل ہو چکی) ہے۔
(ج) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (انعام ۱۰) یہ لوگ ہیں (جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہے یعنی انبیا و رسل) جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی پس تو بھی انکی ہدایت کی پیروی کر۔
(د) وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ (انعام ۱۱)
اور یہ کتاب ہے ہم نے اسکو اُتارا برکت والی اور جو (کلام الٰہی) اس سے آگے ہے اس کی تصدیق کرنیوالی ہے۔

یہ دعاوی ہیں جو قرآن کریم اپنے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیش کرتا ہے انسے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنپر قرآن نازل ہوا تھا کوئی انوکھی اور نئی تعلیم نہیں لائے بلکہ جو کتاب آپ پر نازل ہوئی تھی وہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے پس قرآن کریم کے ان دعاوی کو دیکھکر تعجب آتا ہے کہ پادری ٹسڈال اور ان کا مترجم ولیم میور کس منہ سے کہتے ہیں کہ اگر ہم قرآن کی تعلیم یا اسکے کسی حصے کو پہلی کتب میں سے نکالکر دکھا دیں یا نبی کریم کے زمانہ سے پہلے انسانی مذاہب کے عقاید میں وہی کچھ دکھا دیں تو اسلام کی ساری عمارت منہدم ہو جاتی ہے۔ اس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو یہ لوگ اس بات سے ہی بے خبر ہیں کہ قرآن کریم دوسرے ادیان کو جنکا نام ہمارے مسیحی دوستوں نے انسانی مذاہب رکھا ہے کس نظر سے دیکھتا ہے۔ اور دنیا کے دوسرے انبیاء کی تعلیم کے متعلق کیا حکم دیتا ہے یا وہ عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ میور لکھتا ہے کہ جب خدائے تعالیٰ ہی اسلام کا منبع ہوا تو اسلام کے کسی عقیدہ کو انسانی مذاہب سے نکالکر دکھانا ایک محال امر ٹھہرتا ہے ہم دریافت کرتے ہیں کہ آیا قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ نہیں کہلایا گیا کہ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ یعنی میں کوئی نیا اور انوکھا رسول ہو کر نہیں

آیا ہوں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ ہے کہ مَیں کوئی نیا اور انوکھا رسول نہیں ہوں تو آپکی تعلیم کا پتہ ضرور دوسرے ادیان کی مقدس کتابوں میں سے چلنا چاہیئے۔ اور جو شخص یہ کہے کہ اگر اسلام کی تعلیم کو نبی کریمؐ کے زمانہ سے پہلے مذاہب کی کتابوں سے دکھایا جاوے تو اسلام کی تمام عمارت مسمار ہو جاتی ہے۔ وہ ہماری مقدس کتاب کی تعلیم سے سراسر ناواقف ہے اور اپنی جہالت کا ثبوت دیتا ہے۔ فرقان حمید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرماتا ہے۔ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (بینہ) خدا کی طرف سے رسول جو کہ (قرآن مجید کے) پاک صحیفے پڑھتا ہے جنمیں تمام درست کتابیں شامل ہیں۔ پھر فرماتا ہے۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (نساء-۵) یعنی خدائے تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم کو کھولکر بتاوے اور اُن کے راستہ پر چلاوے جو تم سے پہلے گذر چکے۔ یہ دعاوی ہیں جو قرآن کریم دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور اگر میور اور ٹسڈال صاحبان قرآن کریم کی تعلیم کو پہلے مذاہب کے عقائد میں سے نکالکر دکھاتے ہیں تو بجائے اسلام کو نقصان پہنچانے کے جیسا کہ انکا زعم فاسد ہے وہ ہمارے دین کی تائید کرتے ہیں۔ اور تعلیم قرآن کی صداقت پر خود ہی ایک شہادت پیش کرتے ہیں۔ اگر مسٹر ٹسڈال نے بڑی محنت ومشقت سے یہ ثابت کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وہی تھی جو زرتشت نے دی تھی یا یہ کہ اسلام کے بعض عقائد بعینہٖ وہی ہیں جو قدیم مصر کی پرانی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور اگر مسیحی مشنری نے یہ دریافت کر لیا کہ دین اسلام کے چند اصول وہی ہیں جو صفحۂ ہستی سے مٹے ہوئے صابی مذہب کے تھے یا یہ کہ اسلامی عقائد ہندوؤں کی قدیم مقدس کتب میں بھی پائے جاتے ہیں تو ہم صاحب موصوف کا اس خدمت اسلام کیلئے شکریہ ادا کرتے ہیں کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام پرانے ادیان جنکو میور صاحب نے خوش فہمی سے انسانی مذاہب کہا ہے اصل میں خدا کی طرف سے تھے اور خدائے تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن مجید ہمکو انکے راستہ پر چلاتی ہے۔ جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اسلام اور موجودہ مسیحی مذہب جس نظر سے غیر مذاہب کو دیکھتے ہیں اس میں بہت بڑا فرق ہے۔ مسیحیوں نے خدائے تعالیٰ کو بخیل اور تنگ دل ظاہر کیا ہے کیونکہ بموجب مسیحی عقائد کے اُس نے اپنی عنایات کا مورد

ایک ہی قوم کو بنایا اور اپنا فضل محض اسی قوم تک محدود رکھا لیکن قرآن پاک نے ایسی تعلیم نہیں دی وہ فرماتا ہے کہ جس طرح خدائے تعالیٰ نے اپنی ظاہری عنایات کو عالمگیر کیا ہے اور مختص بالقوم اور مختص بالزمان نہیں کیا اسی طرح اسکے روحانی فضل بھی کسی خاص وقت تک نہیں رہے۔ پس قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق ہمارا ایمان ہے کہ خدا کے مرسل نہ صرف بنی اسرائیل ہی میں بلکہ دوسری قوموں میں بھی مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ اور جس طرح اسرائیلیوں میں پیغمبر آتے رہے ہیں اسی طرح مصریوں۔ ایرانیوں۔ ہندوؤں اور چینیوں میں بھی خدا کے مامور نازل ہوتے رہے ہیں ایک مسلمان کی نظر میں زرتشت ؑ۔ کرشن ؑ۔ بدھ ؑ زمانہ قدیم کے ہندو رشی۔ کنفیوشس اور تمام دنیا کے بڑے بڑے معلم بعینہٖ اسی طرح خدائے تعالیٰ نے اپنی اپنی قوم کی ہدایت کے لیئے مبعوث کیئے تھے جس طرح حضرت موسیٰ ؑ حضرت عیسیٰ ؑ اور دوسرے اسرائیلی نبی بنی اسرائیل کی روحانی تعلیم کے لیئے مامور ہوئے تھے پس ہم حضرت موسیٰ ؑ وحضرت زرتشت ؑ اور حضرت عیسیٰ ؑ وحضرت کرشن ؑ (علیہم وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام) میں کسی طرح کا فرق اور تمیز نہیں کرتے کیونکہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝ (بقرہ - ۱۶) یعنی کہہ کہ ہم ان (انبیاء علیہم السلام میں سے) کسی میں کوئی تمیز نہیں کرتے (یعنی سب کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں) اور ہم اسکے (خدائے تعالیٰ کے) فرمانبردار ہیں۔ خدائے تعالیٰ کے رسول ہونیکی وجہ سے یہ سب لوگ یکساں تھے اگرچہ ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت بھی تھی۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ (بقرہ - ۳۳) یعنی ان رسولوں میں بعض ایسے ہیں کہ انکو دوسروں پر فوقیت ہے۔ پس برعکس مسیحیوں کے ہم نہ صرف ان تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو فلسطین کے علاوہ دوسرے ممالک میں مبعوث ہوئے بلکہ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ انہیں سے کئی انبیاء مسیح ؑ سے بڑھ چڑھکر ہونگے چونکہ مسیحی صاحبان یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ دوسرے ممالک میں بھی خدا کے فرستادہ نمودار ہوئے ہیں۔ اسی لیئے ولیم میور صاحب دوسرے ادیان کو انسانی مذاہب کہکر پکارتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قرآنی تعلیم کا ماخذ انسانی تصانیف ہیں۔ لیکن اسلام دنیا کے تمام مذاہب کی بنیاد الہام الٰہی پر مانتا ہے۔

اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا کے کل ادیان ابتدا میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے تھے۔ ہاں جوں جوں زمانہ گذرتا گیا ویسے ویسے لوگوں نے مسیحؑ کی طرح دیگر انبیاءؑ کو بھی جو دراصل انسان ہی تھے اور انسانی کمزوریاں اپنے اندر رکھتے تھے خدا اور خدا کے بیٹے بنا لیا۔ اور پولوس جیسے آدمی بھی پیدا ہو گئے جنھوں نے اصلی توحید کو بدلکر تین میں ایک اور ایک میں تین کے لایعنی معموں کو مذہب ...... میں داخل کر دیا۔ لیکن اس سے کیا یہ لازم آجائیگا کہ ان ادیان میں سچی تعلیم کا کوئی حصہ نہیں۔ نہیں نہیں دراصل بات یہ ہے کہ چونکہ ان مذاہب کی اصل جڑھ خدائے تعالیٰ کا پاک الہام تھا۔ اسلیئے باوجود اس تغیر اور تحریف وتبدیل کے تاحال انکی تعلیم میں سچائی کی جھلک پڑتی ہے۔ اور انکی کتابوں میں اب تک خداوند تعالیٰ کے کلام کے بہت سے اجزا دکھائی پڑتے ہیں پس اگر مسیحی صاحبان دوسرے ادیان کی تعلیم کے بعض حصوں اور بعض اسلامی عقائد میں مطابقت دیکھتے ہیں۔ تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے۔ کہ نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی نے ان عقائد کو مذاہب مذکورہ سے لیا ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم اور دوسرے انبیاءؑ کی تعلیم کا ایک ہی منبع ہے اور وہ خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ لم یلد ولم یولد کی ذات پاک ہے جس نے اپنے مرسلوں پر مختلف ممالک اور مختلف زمانوں میں اپنا کلام نازل کیا اور جب منبع و مبدا ایک ہوا تو پھر مطابقت و مشابہت کیوں نہ ہوگی۔ مثلاً پادری ٹسڈال صاحب قرآن کریم کی تعلیم کے ماخذ ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ جو قرآن نے قیامت کے دن نیک و بد اعمال کے وزن کیا جانیکے متعلق تعلیم دی ہے اسکو ایک پرانی مصری کتاب سے لیا گیا ہے۔ جس کی چند جلدیں قدیمی مصریوں کی قبروں میں سے برآمد ہوئی ہیں۔ چنانچہ سرولیم میور مسٹر ٹسڈال کا ترجمہ کرتے ہوئے صفحہ ۶۹ پر لکھتا ہے۔ "لیکن جو کچھ وہاں میزان کے متعلق لکھا ہے اُسکا ماخذ ایک بہت قدیمی کتاب ہے جسکا نام کتاب الاموات ہے۔ اس قدیم کتاب کی کئی جلدیں پہلے زمانہ کے بُت پرست مصریوں کے مقبروں میں سے برآمد ہوئی ہیں۔ ان کتابوں کو مقبروں میں اس لیئے رکھا گیا تھا کہ مصریوں کے خیال میں وہ ان کے ایک دیوتا مسمیٰ بہ تھوتی کی تصنیف ہے اور وہ یہ بھی گمان کرتے تھے کہ مدفون اس کتاب کو قبر میں بھی پڑھیں گے۔ اس کتاب

میں ایک عجیب تصویر ہے جس میں وہ کمرہ دکھایا گیا ہے کہ جہاں ایک شخص اُسر نامی کی عدالت ہو رہی ہے۔ اور اس کی ایک نقل ہمارے مصنف مسٹر ٹسڈال نے بھی دی ہے جو بہت دلچسپ ہے۔ ایک میزان کھڑی ہے۔ جسکے دونوں طرف دو دیوتا ہیں جنمیں سے ایک تو کسی نیک شخص کا دل ایک برتن میں رکھکر وزن کر رہا ہے اور اسکے مقابل دوسرے پلڑے میں ایک بُت کا نشان ہے جسکا نام مَات یا راستی ہے بڑا دیوتا مصر کی قدیمی زبان میں متوفی کی قسمت کا حساب کتاب درج کر رہا ہے اور وہ اس طرح لکھتا ہے۔ اُسر عادل شمار کیا گیا ہے اور وہ زندہ ہے اُس کا ترازو والٰہی دیوانخانہ میں برابر ہے۔ اُسر عادل کا دل اپنی جگہ میں داخل ہوگا خدائے بزرگ جو شہر ہرمو پولیس کا مالک ہے ایسا کہتا ہے۔ ......
...... وہاں بعض ایسے بُت دکھائے گئے ہیں جنپر انکے نام لکھے ہوئے ہیں جس میں سے ایک ڈراؤنی سی شکل پر یہ لفظ مرقوم ہیں دشمنوں پر فتح پانیوالا امنتی (زمانہ بعد الموت) کا خدا۔ اکثر دفعہ ان الفاظ کا تکرار ہے "اسکے لیے حیات اور سلامتی ہو" اس بیان کے بعد ٹسڈال لکھتا ہے
پس ازانچہ گفتہ شدہ ظاہرست کہ ہرآنچہ در قرآن نسبت بآن میزان مکتوب است۔ ازیں ینبوع صادر شدہ است (صفحہ ۱۶۷) یعنی جو کچھ اوپر بیان ہوا ہے اس سے صریح واضح ہوتا ہے کہ جو کچھ قرآن میں میزان وغیرہ کے متعلق لکھا ہے اسکا ماخذ یہی کتاب ہے یہ ہے جو کہ ٹسڈال اور میور صاحبان نے بڑی کوشش اور تحقیقات سے پیش کیا ہے لیکن مصنف ینابیع یہ ہرگز ثابت نہیں کر سکتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال کے موازنہ کا مسئلہ مصریوں کی کتاب سے لیا ہے بلکہ برعکس اسکے کتاب الاموات اور قرآنی تعلیم کی مطابقت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب مذکور میں جو کچھ اعمال کے وزن کے متعلق لکھا گیا ہے وہ دراصل کسی ملہم کی پاک صاف تعلیم تھی جسپر بعد میں بُت پرستی کا رنگ چڑھا دیا گیا ہے مگر تاحال برابر اس میں نبوت کی سچی تعلیم جھلک مار رہی ہے ممکن ہے کہ تھوتی جسکی طرف اس کتاب کو منسوب کیا جاتا ہے وہ دراصل خدا کے ایک نبی ہوں۔ جنکو بعد میں لوگوں نے ٹھیک اسی طرح خدا بنا لیا جس طرح عیسائیوں نے بُت پرست اقوام کے دیوتاؤں کی تعداد بڑھانے کیلیے مریم کے بیٹے کو اپنا معبود بنا لیا پس پادری ٹسڈال صاحب کی محنت

ہمارے مفید مطلب اور قرآن کریم کی صداقت پر ایک شہادت ہے کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے
وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ یعنی ایسی کوئی قوم نہیں ہوئی جس میں ہم نے
ڈرانیوالا نہیں بھیجا اور گو پادری صاحب نے رضامندی سے شہادت نہیں دی تاہم ہمارا فرض
ہے کہ ہم انکا شکریہ ادا کریں ہاں یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قرآن کریم کا یہ منشاء
ہرگز نہیں کہ حقیقتہً ایک پیتل یا لوہے کی میزان خدائے تعالیٰ کے سامنے رکھی جائیگی
اور نیک و بد اعمال پلڑوں میں ڈالکر اس طرح وزن کیے جائیں گے جس طرح مادی اشیاء تولی جاتی
ہیں۔ بلکہ قرآن یہ بتلاتا ہے کہ جس کے نیک اعمال بُرے اعمال سے زیادہ وزنی ہوں گے
یعنی نسبتاً نیک اعمال کی زیادتی ہوگی وہ خدائے تعالیٰ کی رضا کے بہشت میں داخل ہونگے
اور جن کے بد اعمال نیک اعمال کی نسبت وزنی یعنی نسبتاً زیادہ ہو جائیں گے وہ عذاب
دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ چنانچہ فرماتا ہے فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ
فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝
(القارعہ) یعنی جسکے اعمال صالحہ کا پلڑا بھاری ہوگا وہ خوشی کی زندگی بسر کریگا یعنی
بہشت میں داخل ہوگا۔ اور جسکا پلڑا ہلکا ہوگا وہ دوزخ کی گود میں جائیگا۔
خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (حدید۔۳) یعنی تحقیق ہمنے پہلے نبیوں کو
کھلے کھلے نشان دیکر بھیجا اور اُنکے ساتھ کتاب اور میزان اُتاری۔ اس آیت کریمہ میں
لفظ میزان صریحاً استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے اسی طرح یہ سمجھنا چاہیئے کہ محشر
کے دن اعمال کی میزان کوئی مادی اشیاء کی سی میزان نہ ہوگی کیونکہ انسان کے اعمال کوئی
مادی چیز نہیں ہیں۔ مگر کسی نہ کسی رنگ میں موازنہ ضرور ہوگا کیونکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے
وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ (اعراف ۱) یعنی یہ سچی بات ہے کہ اُس دن (قیامت کے دن)
اعمال تولے جائیں گے۔

(۱) اسی طرح پادری ٹسڈال لکھتا ہے کہ قرآن کریم کی آیت کریمہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
زرتشت کی کتب مقدسہ سے لی گئی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ زرتشتی ایک کتاب پر

ایمان لاتے ہیں جسکو وہ دساتیر آسمانی کہتے ہیں اور وہ یقین کرتے ہیں کہ یہ آسمان کی بولی میں لکھی ہوئی ہے اور خسرو پرویز کے زمانہ میں وہ زبان دری میں ترجمہ کیگئی تھی۔ اسمیں پندرہ کتابیں ہیں جو پندرہ نبیوں پر نازل ہوئی تھیں جن میں سے پہلا مہاباد تھا اور آخری ساسان اور تیرھواں زرتشت تھا۔ کتاب ہر دو زبانوں میں شائع کی گئی ہے اصل زبان میں بھی اور اسکا ترجمہ دری میں بھی۔ ہر کتاب کی دوسری آیت "بنام ایزد بخشائندہ بخشائش گر مہربان دادگر" سے شروع ہوتی ہے۔ جو بالکل مشابہ ہے آیت کریمہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے جو قرآن شریف کی ہر سورۃ کے ابتدا میں آتی ہے۔ ہم زرتشتیوں کی ایک دوسری کتاب میں بھی ایسے ہی الفاظ پاتے ہیں اور وہ ہیں "بنام ارمزد آفرینندہ"

دنیا بھر میں کوئی عیسائی یہ ثابت ہرگز نہیں کرسکتا نہ پادری ٹسڈال اور نہ ولیم میور کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورۃ الصدر آیت کریمہ کو زرتشتی کتب سے لیا ہے اور اگر قرآن کریم کی ہر سورۃ کی ابتدائی آیت کریمہ زرتشتی کتاب کی دوسری آیت سے مطابقت رکھتی ہے تو اس سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ کتب مقدسہ زرتشت بھی اسی منبع سے آئی ہیں جس منبع سے قرآن شریف آیا ہے۔ یعنی وہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں جیساکہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے پادری ٹسڈال (یا اسکی روح اگر وہ مرگیا ہے) یہ معلوم کرکے افسوس کریگا کہ وہ ہتھیار جو اس نے اسلام کے استیصال کرنیکے لیئے استعمال کیا تھا وہ الٹا اسی پر پڑا اور وہ اسلام کا ایک بال بھی بینگا نہ کرسکا جیساکہ اس نے ینابیع الاسلام لکھتے وقت امید کی تھی بلکہ اسکی تحقیقات نے قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کے دعویٰ کو بہت ہی پکا اور مستحکم کردیا ہے۔ اُس کتاب مقدس کی بابت جسکو زرتشتی نوشتۂ آسمانی یقین کرتے ہیں پادری ٹسڈال کہتا ہے البتہ ایں کتاب جعلی است یعنی البتہ یہ کتاب جعلی ہے۔ پادری ٹسڈال کو کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ کتابیں بناوٹی ہیں یہ محض انکا دعویٰ ہے جو اپنے ساتھ دلیل نہیں رکھتا اور نہ وہ اسکو مبرہن کر سکتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ زرتشتی کتب مقدسہ میں تحریف ہوگئی ہو جیساکہ بائبل میں تحریف ہوگئی ہے

لیکن کوئی بھی پادری صاحب کے اس دعوے کے قبول کرنیکے لیئے ہرگز طیار نہیں ہے کہ وہ بالکل محض سرے سے ہی جعلی اور انسان کی افترا ہیں جبتک وہ انکے جعلی ہونے کو بدلائل قطعیہ پایۂ ثبوت تک نہ پہنچائے۔

زرتشتی روایت کہ یہ کتابیں آسمانی زبان میں لکھی گئی تھیں صرف اتنا بتاتی ہے کہ وہ منزل من اللہ کتابیں ہیں آسمانی زبان سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ زبان آسمان پر بولی جاتی ہے اور زمین پر نہیں بولی جاتی۔ ورنہ انکو کون سمجھ سکتا تھا اور وہ کیسے دوسری زبان میں ترجمہ کی جاسکتی تھیں۔

اسجگہ یہ سوال ہوسکتا ہے۔ کہ اگر قرآن شریف کتب مقدسہ سابقہ منزل من اللہ کی تصدیق کیلیئے آیا ہے اور اس میں وہی تعلیم ہے۔ جو پہلے انبیاء لائے تھے۔ تو اسکے آنیکا کیا فایدہ تھا اس سوال کا جواب قرآن شریف خود بیان فرماتا ہے۔

اولاً۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی دنیا کی حالت کا نقشہ یوں کھینچتا ہے وہ فرماتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ* خشکی اور تری میں بگاڑ نے زور پکڑ لیا ہے۔ یعنی تمام دنیا میں بگاڑ پڑ گیا ہے۔ بحر کی تشریح میں یہ کہا گیا ہے۔ کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں خدا کی طرف سے کتاب عطا ہوئی تھی۔ اور وہ اس روحانی آب سے بہرہ ور تھے جسکو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی بھلائی کیلیئے نازل کیا تھا۔ اور بر سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی تعلیم کو بالکل فراموش کر دیا تھا۔ جو کبھی انکے آباؤ اجداد کی طرف اتاری گئی۔ اور انھوں نے آسمانی ہدایت کو اپنی یاد سے نسیًا منسیًا کر دیا تھا۔ اور آسمانی پانی کا ایک قطرہ بھی انکے پاس نہ تھا۔ اور وہ بالکل خشک زمین کی طرح خشک ہوگئے تھے۔ دونوں جماعتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک کے وقت بالکل ردی اور خراب ہوگئی تھیں۔ تاریخ عالم بھی قرآن شریف کے اس بیان کی بڑی شد و مد سے تائید و تصدیق کرتی ہے۔ اور سلیم الفطرت اور انصاف پسند انسان ہرگز انکار نہیں کرسکتا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تمام مذاہب بگڑ چکے تھے۔ اور ان میں روحانیت بالکل نہیں رہی تھی۔ دوسرے مذاہب کو تو جانے دو۔ خود عیسائیت جو سب سے زیادہ تازہ مذہب

*الروم ۵

تھا۔ اسکے متعلق خود میور لائیف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تمہید میں لکھتا ہے۔ کہ "ساتویں صدی کی عیسائیت میں بھی سخت بگاڑ اور فساد برپا ہوگیا تھا۔ اور اس میں مذہبی جنگیاں اور سخت تفرقہ پڑگیا تھا۔ اور سچے اور خالص مذہب عیسائی کی جگہ طفلانہ توہمات نے لے لی تھی"۔ پس بمطابق قرآن کریم کے دنیا میں عالمگیر فساد اور خرابی ایک نئے نبی کی بعثت اور ظہور کے متقاضی ہوی۔ کیونکہ قانون قدرت اور سنت اللہ اسی طرح واقع ہوئی ہے۔ کہ جب کبھی ظلمت دنیا میں چھا جاتی ہے۔ اور اپنے انتہا کو پُہنچ جاتی ہے۔ تو خدائے تعالٰے نور کو پیدا کرتا ہے۔ اور جب دنیا گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو بھول جاتی ہے۔ تو اللہ تعالٰی اپنے پاس سے دنیا کے لیئے ایک نیا رسول بھیجتا ہے۔ تاکہ وہ اندھیرے کو دُور کرے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ لیکن انبیاءؑ گذشتہ مختص وقت اور مختص قوم کیلیئے تھے۔ کیونکہ اسوقت تک دنیا کی حالت اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ کہ کُل ممالک کے لیئے ایک ہی نبی مبعوث کیا جاتا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت وہ تمام موانع اور رکاوٹیں جو ایک قوم کو دوسری قوم سے جُدا کرتی تھیں۔ دُور اور کافور ہونی شروع ہوگئی تھیں۔ اور آثار شروع ہوگئے تھے۔ جو یہ بتلاتے تھے۔ کہ دنیا اب ایک ہونیوالی ہے۔ اسلیئے اللہ تعالٰی نے ایک کامل نبی بھیجا۔ اور اسے ایک قانون اور ضابطہ عطا فرمایا۔ جو بنی نوع آدم کی تمام ضروریات اور حاجات کیلیئے بالکل کافی ہے۔ الغرض تمام دنیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں روحانی طور پر مرگئی تھی۔ اور اللہ تعالٰی نے اس میں روح پھونکنے کیلیئے تمام نبیوں کے موعود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالٰے فرماتا ہے اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (الحدید ۲) جان لو کہ اللہ تعالٰی زمین کو اسکی موت کے بعد پھر دوبارہ زندہ کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالٰی وحی الٰہیہ کو بارش سے تشبیہ دیتا ہے۔ جو اوپر سے آتی ہے۔ اور خشک زمین کو تر کرتی ہے۔ اس وحی کا ذکر کرتے ہوئے جو اللہ تعالٰی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی تھی۔ فرماتا ہے۔ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (البقرہ ۲۰) اور جو کچھ اللہ تعالٰے نے آسمان سے پانی اتارا

..... پس اسکے ساتھ زمین کو اسکے مرنیکے بعد زندہ کیا..... اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ (سورۃ النحل ۹) اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا۔ پس اس سے مردہ زمین کو زندہ کیا۔ اس میں سننے والی قوم کے لیئے نشان ہے اس آیت کریمہ کا سیاق وسباق بتاتا ہے۔ کہ جیسا پانی آسمان سے اُترتا اور مردہ زمین میں جان ڈالدیتا ہے۔ ایسا ہی وحی الٰہیہ کا پانی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف کی شکل میں نازل ہوا۔ مردہ قلوب میں روحانی زندگی کی روح پھونک دیگا۔

ثانیاً۔ قرآن کریم سے پتہ ملتا ہے۔ کہ چونکہ انبیاء سابقہ میں بہت ہی عرصہ گذر گیا تھا۔ لوگ قاسی القلب۔ سنگدل اور شریر ہوگئے تھے۔ اور ایک نئے مصلح کی بعثت کو چاہتے تھے۔ جو آکر انکے دلوں میں ایمان اور صدق بھردے۔ اسطرح وہ اہل کتاب کی بابت فرماتا ہے۔ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (سورۃ الحدید ۱۱) اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں۔ جو کتاب دیئے گئے تھے پہلے سے۔ اُنپر لمبا زمانہ گذر گیا۔ پس انکے دل سخت ہوگئے۔ اور بہت سے انمیں سے فاسق اور فاجر ہوگئے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۝ (سورۃ مایدہ ۳) اے اہل کتاب ہمارا رسول تمھارے پاس آگیا ہے۔ تاکہ تمھیں کھولکر سنادے رسولوں کے بند ہوجانیکے بعد۔ ایسا نہ ہو۔ کہ کہدو کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانیوالا نہیں آیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت پہلے رسول آنے بند ہوچکے تھے۔ سب سے آخری نبی جسکے بعد رسول کریم تشریف لائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جو آپ سے چھ سَو سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔ اس طرح یہ خیال کرتے ہوئے کہ گذشتہ نبیوں کی آمد کے بعد ایک لمبا وقفہ گذر چکا تھا۔ اور کہ تمام دنیا پر جہالت کی تاریکی کا پردہ چھا گیا تھا۔ ہر ایک منصف مزاج

آدمی ماننے کو تیار ہوگا۔ کہ ایک نبی کے آنیکا یہ وقت ہونا چاہیئے۔ جو لوگوں کو تاریکی سے نکالکر نور کی طرف لیجائے۔ اور یہ ضرورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور بعثت سے پوری ہوئی۔ اسلیئے قرآن شریف فرماتا ہے۔ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ (سورہ ابراہیم) یہ کتاب ہم نے اسکو تیری طرف اُتارا ہے۔ تاکہ تو لوگوں کو انکے رب کے حکم سے تاریکی سے نور کی طرف لیجائے یعنی عزیز حمید خدا کی طرف۔

ثالثاً۔ قرآن شریف بیان فرماتا ہے۔ کہ اہل کتاب بھی تفرقہ میں پڑ گئے تھے۔ وحی الٰہی کے بہت سے حصّے کو بھول گئے تھے۔ کلام الٰہی کا غلط ترجمہ کرنے لگ گئے تھے۔ اسکی بعض حصص کو چھپا لیتے تھے۔ کتب مقدسہ کی پیروی کو انہوں نے ترک کر دیا تھا۔ ظنون فاسدہ اور آمال کاسدہ کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ انہی وجوہات کے سبب سے نئی وحی کی ضرورت پڑی جو باہمی اختلافات کو مٹا دے۔ جو اہل کتاب میں پڑ گئے تھے۔ اور اُن تعلیمات کو جو لوگوں نے نسیاً منسیاً کر دی تھیں نئے سرے سے زندہ کرے۔ اور ان صداقتوں کو ظاہر کرے۔ جنکو وہ چھپاتے تھے۔ اور اس سے پہلی جتنی تعلیمات دنیا میں رسولوں کے ذریعے سے پھیلائی گئی تھیں۔ ان سب کو جمع اور اکٹھا کرے۔ اور تمام زمینی قوموں کے سامنے ایک کامل کتاب پیش کرے جو دنیا کیلئے نور ہو۔ اور روحانی امراض کے لیئے جن میں لوگ اکثر مبتلا ہیں۔ علاج اور شفا ہو۔ مندرجہ ذیل آیات مذکورۃ الصدر بیان کی تائید کرتی ہیں۔

(الف)۔ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (سورۃ النحل) اور نہیں نازل کیا ہم نے تجھ پر کتاب کو مگر اسلیئے کہ تو کھولکر بیان کردے جسمیں وہ اختلاف کرتے تھے۔ اور مومنوں کے لیئے ہدایت اور رحمت ہے۔

(ب) اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰىكَ اللّٰهُ (سورۃ النساء) تحقیق ہمنے تیری طرف کتاب نازل کی ہے ساتھ حق کے تاکہ تو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے جو اللہ تجھ کو سمجھاوے۔

(ح) یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ۬ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ یَهْدِیْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (سورہ مائدہ ۳)

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا ہے۔ بیان کرتا ہے بہت کچھ جو تم کتاب سے چھپاتے تھے۔ اور بہت سے درگذر کرتا ہے۔ تحقیق اللہ کی طرف سے نور اور کھولکر بیان کرنیوالی کتاب آگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکے ذریعے اس شخص کو سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اللہ کی رضامندی کی اتباع کرتا ہے اور انکو اندھیروں سے نور کی طرف لیجاتا ہے اپنے اذن سے اور ان کو سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

(د) وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ (سورہ مائدہ ۷)

اور ہم نے تیری طرف حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے۔ وہ گذشتہ کتب مقدسہ کی سچائیوں اور صداقتوں کی تصدیق کرتی ہے۔ اور ان سب کی جامع ہے۔ پس تو انکے درمیان اللہ کے نازل کیئے ہوئے کے ساتھ فیصلہ کیا کر۔ اور ان کی گری ہوئی خواہشوں کی پیروی مت کر۔ اس حق کو چھوڑ کر جو تیرے پاس آیا ہے۔

(ہ) وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِیًّا وَ لَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا وَاقٍ (سورہ الرعد ۵) اور اسی طرح ہم نے عربی زبان میں حکمانہ کے طور پر نازل فرمایا ہے۔ اور اگر تو انکی گری ہوئی خواہشوں کی پیروی کرے پیچھے اسکے کہ تیرے پاس علم پہنچ گیا۔ تیرا اسوقت اللہ کے مقابلہ میں کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے گا۔

(و) یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ (سورۃ النساء ۲۳) اے اہل کتاب۔ اپنے دین میں غلو مت کرو۔ اور اللہ کے متعلق

سوائے حق اور واقعی صحیح بات کے اور کچھ مت کہا کرو۔

(ز) فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ (سورۃ المائدہ ۳)

بسبب اسکے کہ انہوں نے ہماری شریعت کو توڑا۔ ہم نے انپر لعنت کی اور انکے دلوں کو سخت بنادیا۔ وہ خدا کے کلمات انکی جگہوں سے بدلاتے ہیں۔ اور ان نصائح اور پندوں کا ایک حصّہ بالکل بھول گئے ہیں۔ جو انہیں کیئے گئے تھے۔ اور ہمیشہ تو انکے خیانت کنندگان پر اطلاع پاتا رہیگا۔ سوائے معدودے چند کے۔ انکو معاف کر۔ اور ان سے درگذر کر۔

(ح) وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ (سورہ مائدہ ۳) اور عیسائیوں سے بھی ہم نے پکے وعدے لیئے۔ مگر وہ بھی تعلیم کے ایک حصّہ کو بالکل بھول گئے۔

(ط) قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ (سورہ مائدہ)

اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو مت کرو۔ اور اس قوم کی گری ہوئی خواہشوں کی اتباع نہ کیا کرو۔ جو پہلے تم سے جادہ مستقیم سے دُور جا پڑے۔ اور انہوں نے دوسروں کو بھی سیدھی راہ سے ہٹادیا۔ اور وہ خود بھی سیدھے راہ سے گمراہ ہوگئے۔

(ی) فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ (سورہ بقرہ ۹) لعنت اور ہلاکت ان لوگوں کے لیئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں۔ اور پھر کہدیتے ہیں۔ کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

(ك) وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (سورۃ آل عمران ۸) اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ

کتاب الٰہی اپنی زبانوں کو پیچ دیکر پڑھتے ہیں تاکہ تم سمجھو کہ وہ کتاب ہی پڑھ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ کتاب نہیں ہوتا اور کہتے ہیں۔ کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا اور عمداً اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

ایسی ناگفتہ بہ حالت ان لوگوں کی تھی جو اپنے تئیں اہل کتاب بتاتے تھے یہ آیات بیّنات وضاحت سے دلالت کر رہی ہیں۔ کہ انہیں باہم تفرقے اور اختلافات پڑگئے تھے جو چاہتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے اسکی وحی انکے جھگڑوں اور تنازعات کو مٹانیکے لیئے بطور حَکم کے آوے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اپنے لیئے حَکم ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ یہ آیات یہ بھی تصریحاً ظاہر کر رہی ہیں کہ نہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہود اور نصاریٰ بگڑے تھے بلکہ انکے آباء واجداد بھی صراطِ مستقیم کو کھو چکے تھے۔ قرآن شریف واضح طور پر بیان کر رہا ہے کہ یہود اور عیسائیوں نے تعلیمات الٰہیہ اور نصائح الٰہیہ کو پسِ پشت ڈالدیا تھا یہ ضرورتیں تھیں جو ایک نئے اور کامل قانون کی مقتضی تھیں۔

رابعاً۔ قرآن شریف دعویٰ کرتا ہے۔ کہ اس نے بہت سے ایسے مسائل کو وضاحت سے بیان کیا ہے کہ وہ یا تو بالکل مفقود اور نامعلوم تھے۔ یا اگر معلوم تھے تو پوری طور پر معلوم نہ تھے۔ نیز یسوع مسیحؑ نے بھی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آخری نبی تھے فرمایا تھا کہ میں تم لوگوں کو تمام صداقتیں نہیں بتلا سکتا۔ کیونکہ اس کے لیئے ابھی تک مناسب وقت نہیں آیا۔ لیکن وہ ایک جو میرے بعد آئیگا انکے سامنے وہ تمام صداقتیں آشکارا کریگا۔ (یوحنا باب ۱۶ درس ۱۲-۱۳) قرآن کریم دعویٰ کرتا ہے کہ اس پیشگوئی کے مصداق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنکی خوشخبری اور بشارت مسیحؑ نے دی تھی اور جو لوگوں کو تمام صداقتیں سکھلانے کیلئے تشریف لائے تھے (دیکھو سورہ صف)

قرآن شریف دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے دین کو پورا کر دیا ہے اور تمام صداقتیں لوگوں پر آشکارا کر دی ہیں چنانچہ فرماتا ہے کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ) یعنی آج کے دن مَیں نے تمہارے دین کو پورا کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمت کو بھرپور کر دیا اور مَیں نے تمہیں فرمانبرداری کا

مذہب عطا کرنیسے اپنی رضامندی کا ثبوت دے دیا ہے اور یہی ایک مذہب ہے جس نے
یہ دعویٰ کیا ان مسائل کی ایک عمدہ مثال مسئلہ قیامت ہے جن کو توریت اور صحف گذشتہ
انبیاء علیہم السلام نے بالکل مبہم سا چھوڑ دیا تھا اور قرآن شریف نے آکر اسکو وضاحت
اور الصراحت سے بیان کیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ یہود کا ایک گروہ قیامت سے بالکل منکر
ہو گیا تھا۔ قیامت اور معاد کے مسئلے پر قرآن شریف نے پوری روشنی ڈالی ہے۔
توریت میں اس مسئلے کی طرف بہت کم توجہ کی گئی تھی۔ چنانچہ بہت سے یہود حیات بعد الممات
کے صریح منکر ہو گئے تھے اور جو اعتراضات انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام پر کئے
انہیں ایک مُردوں کے جی اُٹھنے کا سوال بھی تھا۔ جو جواب حضرت یسوع مسیح نے منکران
قیامت صدوقیوں کو دیا تھا وہ صاف بتلا رہا ہے کہ یہود کی کتب مقدسہ میں بہت ہی
کم قیامت کا بیان کیا گیا تھا۔ قیامت کے اثبات کے لیے جو مسیح نے درس پیش کی وہ
ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ "میں ابراہیمؑ کا خدا ہوں۔ میں اسحٰقؑ کا خدا ہوں اور میں
یعقوبؑ کا خدا ہوں"۔ اور اس سے انہوں نے مرنیکے بعد کی زندگی کا نتیجہ نکالا۔ کیونکہ
جیسا کہ یسوع مسیح فرماتے ہیں۔ وہ مردوں کا خدا نہیں ہے۔ بلکہ زندوں کا خدا ہے۔
حضرت مسیح علیہ السلام کو قیامت کے ثابت کرنیکے لیے صرف یہی آیت مل سکی حالانکہ وہ
کتب مقدسہ سے گہری واقفیت رکھتے تھے۔ لیکن یہ آیت قیامت کے ثبوت کے لیے
بہت ہی کمزور ہے۔ جیسا کہ پڑھنے والے کو خود معلوم ہو جائیگا۔ الفاظ ابراہیمؑ کا خدا اسحٰقؑ
کا خدا اور یعقوبؑ کا خدا۔ ابراہیمؑ۔ اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کی حیات ہرگز ثابت نہیں کرسکتے۔
کیونکہ آیت کے صرف یہی معنے ہیں۔ کہ میں وہ خدا ہوں۔ جسنے ابراہیمؑ۔ اسحٰقؑ اور
یعقوبؑ کو مبعوث کیا۔ اور میں وہ خدا ہوں جسکی یہ راستباز انسان عبادت کرتے تھے۔
جب وہ اس زمین پر زندہ موجود تھے۔ لیکن یہ یسوع کا قصور نہیں ہے۔ کہ اس نے قیامت
کے ثبوت میں ایسی کمزور آیت پیش کی۔ حق بات یہ ہے۔ کہ اس سے بہتر کوئی آیت
اسے توریت میں ملی نہ تھی۔ یسوع کا ایسی آیت کو قیامت کی دلیل گردانا صاف
بتلا رہا ہے۔ کہ کتب مقدسہ اس مضمون سے جو کا ایک بڑا رکن ہے۔ عیسائی جو بڑی

کیفیت کتب مقدسہ کی سند پر دے سکتے ہیں صرف یہی ہے۔ کہ ابراہیمؑ کی چھاتی ایمانداروں کیلئے بہشت ہے۔ پادری ٹسڈال کہتا ہے۔ وہ پکے ایمانداروں کیلئے ایک آرام گاہ ہے جسے اغوش ابراہام کہتے ہیں" لیکن معترض اعتراض کر سکتا ہے کہ ابراہیمؑ سے پہلے کے راستباز کہاں آرام کرتے تھے۔ کیونکہ آغوش ابراہیم تو انکے مرنے کے بعد وجود میں آیا۔

پادری ٹسڈال بیان کرتا ہے کہ چونکہ وہ تمام بیانات جو قیامت کے متعلق قرآن شریف نے بیان فرمائے ہیں۔ توریت اور گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی صحف میں پائے نہیں جاتے۔ لہذا وہ جعلی اور خودساختہ ہیں۔ ایسی عجیب منطق پادری ٹسڈال کو ہی شایاں ہے۔ لیکن ایک شخص جواب دے سکتا ہے۔ کہ چونکہ یہودی کتب مقدسہ نے اس مسئلہ قیامت کے متعلق عالم سکوت ہی اختیار کیا ہوا ہے۔ اسلیئے آغوش ابراہام جس کا توریت میں ذکر نہیں ہے بالکل غلط ہے۔ جیسا کہ پادریصاحب کا اعتراض ایک طرف لگتا ہے۔ ویسا ہی دوسری طرف بھی چسپاں ہوتا ہے۔ سچی بات یہی ہے۔ کہ توریت و انجیل کا اس مسئلہ میں خاموشی اختیار کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ وہ کامل کتابیں نہیں ہیں۔ اور وہ تمام صداقت پر حاوی نہیں ہیں۔ جیسا کہ خود یسوع اقرار کرتا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ ابھی مجھے اور بہت سی باتیں تمہیں بتلانا ہے۔ لیکن تم اب انہیں برداشت نہیں کر سکتے البتہ جب وہ روح الصدق آئیگا۔ وہ تمہیں تمام صداقت کی طرف رہنمائی کریگا۔ کیونکہ وہ اپنی طرف کوئی بات بیان نہیں کریگا۔ لیکن جو کچھ وہ سنے گا۔ سب کچھ بیان کریگا۔ اور وہ تمہیں آئندہ کی باتیں بتائیگا (یوحنا باب ۱۶۔ ورس ۱۲-۱۳)

قرآن کریم میں ایک اور بڑا امتیاز یہ ہے کہ یہ صرف کامل تعلیمات ہی پیش نہیں کرتا بلکہ بدلائل قاطعہ انکی صداقت بھی ثابت کرتا ہے۔ یہ محض اعتقادات اور ایمانیات اور کتابوں کی طرح صرف دعویٰ کے رنگ میں ہی پیش نہیں کرتا برخلاف انکے یہ صداقتوں کو بدلائل قاطعہ اور حقائق ثابتہ ثابت کرکے بھی دکھلا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کِتَابٌ اُحْكِمَتْ اٰیَاتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ خَبِیْرٍ (سورۃ ہود)

قرآن کریم ایسی کتاب ہے کہ اسکی آیات مضبوط دلائل سے پکی کی گئی ہیں۔ اور پھر بڑی صفائی سے اللہ حکیم خبیر کی طرف سے بالتفصیل اور الگ الگ کر کے بیان فرمائی گئی ہیں۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۝ (سورۃ النساء) اے لوگو! تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے مضبوط دلیل آچکی ہے۔ اور ہم نے تمہاری طرف نور مبین نازل فرما دیا ہے۔ قرآن کریم کو بنظر غائر پڑھنے والے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن مجید صرف خشک بیانات پر ہی بس نہیں کرتا۔ بلکہ بدلائل قاطعہ اور واقعات صحیحہ ثابت بھی کر دیتا ہے۔

قرآن شریف کھلے الفاظ میں باواز بلند کہہ رہا ہے کہ یہ انسانوں کی طاقت سے بالکل باہر ہے کہ وہ قرآن جیسی کوئی کامل کتاب طیار کر سکیں۔ جو مومنوں کے لیئے رحمت اور شفا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل) کہدے اگر تمام جن و انس اس قرآن کی مثل بنانا چاہیں تو وہ ہرگز اس کی مثل نہیں بنا سکیں گے۔ اور اگرچہ وہ ایکدوسرے کے مددگار بھی بنجائیں۔ دلیل بالکل صاف اور کھلی ہے۔ کیوں لوگ قرآن کریم جیسی کتاب بنانے سے عاجز ہیں۔ اسکا جواب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ کہ خدا کا کام اور خدا کا کلام دونوں بے نظیر ہیں اور ان دونوں کی کوئی نظیر نہیں بنا سکتا اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کو (۱) آسمانی بارش سے (۲) اور اس دودھ سے جو چارپائے دیتے ہیں اور (۳) ان میوہ جات سے جو درختوں پر لگے ہوئے ہیں اور (۴) اس شہد سے جسے مکھی تیار کرتی ہے۔ تشبیہ دی ہے وہ آیات مندرجہ ذیل ہیں وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ وَهُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (سورۃ النحل ۹) ترجمہ - اور ہم نے تجھ پر اسلیئے کتاب نازل کی ہے۔ تاکہ تو انپر انکے اختلاف کو کھولکر بیان کرے اور یہ مومنوں کیلیئے ہدایت اور رحمت ہے اور اللہ نے بادلوں سے پانی نازل کیا اور اس سے ویران زمین کو زندہ کیا۔ سننے والوں کے لیئے اس میں ضرور نشان ہیں۔ اور تمھیں تو چارپایوں سے عبرت لینی چاہیئے کہ ہم تمھیں انکے پیٹوں میں سے خون اور گوبر سے الگ کرکے خالص دودھ پلاتے ہیں ٭۔ جو پینے والوں کو بڑا خوشگوار لگتا ہے اور کھجور اور انگور کے پھلوں کو ہی دیکھ لو کہ اس سے تم شراب اور رزق حسن (پاکیزہ کھانے) طیار کرتے ہو۔ عقلمندوں کے لیئے اسمیں ضرور نشان ہیں۔ اور تیرے ربنے شہد کی مکھی کی طرف وحی بھیجی کہ پہاڑوں میں درختوں میں اور جہاں کہ لوگ بیلیں اور چھتریاں بناتے ہیں۔ گھر بناوے۔ پھر تمام پھلوں اور پھولوں سے مٹھاس الگ کرکے کھالے اور اپنے رب کی راہو نپر فرمانبرداری سے چلے۔ انکے پیٹوں سے شربت نکلتا ہے جسکے مختلف رنگ ہوتے ہیں اور وہ لوگوں کے لیئے شفاء ہوتا ہے۔ تفکر کرنیوالوں کے لیئے اسمیں ضرور نشان ہے۔

یہ آیات صراحت سے بیان کر رہی ہیں کہ قرآن جیسی کتاب بھیجنا صرف اللہ تعالےٰ کا کام ہے۔ جو مردہ زمین کیلیئے زندگی کا کام کرتی ہے۔ جو روحانی زندگی کے طلبگاروں کیلیئے دودھ کا کام دیتی ہے۔ جو حق کے پیاسوں کے لیئے آب زلال ہے۔ اور روحانی بیماروں کے حق میں شفا ہے۔ جیساکہ ویران زمین کو آباد کرنا اور مردہ

٭ اس میں اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ جیسا خون دگوبر میں سے خدائے تعالیٰ ایک قدرتی مشین کے ذریعہ دودھ جیسی چیز الگ کر لیتا ہے ایسا ہی خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید کے ذریعہ دوسرے مذاہب میں سے جو جو صداقتیں تھیں انکو الگ کرکے ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور جو چھوڑ دیا ہے اُسکی مثال ایسی ہے جیسے خون و گوبر۔ منہ

زمین کو زندہ کرنا بالکل محال اور ناممکن ہے جبتک کہ اللہ تعالیٰ بادلوں سے بارش نازل فرماوے ایسا ہی لوگوں کیلئے یہ بالکل ناممکن ہے کہ وہ زمینی اسباب اور مواد سے ایسی کامل کتاب طیار کر سکیں۔ جو روحانی مردوں میں زندگی کی روح پھونک سکے۔ یہ صرف اللہ ہی کا کلام ہے جو آسمانی بارش کی طرح جو اوپر سے آکر مردہ زمین کو زندہ کرتی ہے۔ کام کرتا ہے۔ ایسا ہی انسان گھاس میں سے دودھ کو الگ نہیں کر سکتے اور انہیں اسکے لیے ایک زندہ مشین کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو خدا نے اس غرض کیلئے بنائی ہے۔ ویسے ہی روحانی دودھ کیلئے اللہ پاک نے مشینیں یعنی انبیاء علیہم السلام کو تیار کیا ہے۔ جو اُس سے الہام پا کر نوع انسان کو روحانی دودھ سے مستفیض کرتے ہیں اور جیسا کہ انسان پھولوں میں سے شہد نہیں لے سکتا سوائے شہد کی مکھی کے ذریعہ کے جو الٰہی وحی کے ماتحت کام کرتی ہے ویسا ہی وہ روحانی شہد کو حاصل نہیں کر سکتا جو کہ روحانی بیماریوں کیلئے شفا ہے۔ ہاں نبیوں کے ذریعے وہ شہد مل سکتا ہے۔ یہ کہنا آسان ہے۔ کہ قرآن کریم کی فلاں فلاں تعلیم فلاں فلاں منبع سے ماخوذ ہے۔ جیسا کہ ایک علم کیمیا کا ماہر کہتا ہے کہ دودھ فلاں فلاں اجزا سے مرکب ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آیا کوئی کیمسٹ دودھ جیسی سیال چیز بنا بھی سکتا ہے جو دودھ کے تمام خواص اپنے اندر رکھتی ہو۔ ایسا ہی پادری ٹسڈال جیسا معترض ہمیں بتلاتا ہے کہ قرآن کریم کی ترکیب میں فلاں فلاں اجزا ہیں۔ لیکن ہم اسے پوچھتے ہیں جیسا کہ ہم ایک کیمیا دان سے پوچھتے ہیں کہ آیا کوئی قرآن کریم جیسی کتاب بنا سکتے ہیں جو وہی خواص اور صفات رکھتی ہو۔ یہی تو وجہ ہے کہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اگر تمام لوگ جمع ہو جاویں اور ملکر ایک دوسرے کی حمایت اور تائید کریں۔ تو وہ ہرگز قرآن جیسی کتاب بنا نہیں سکیں گے۔ ٹھیک جیسا کہ لوگ دودھ۔ میوہ جات پانی اور شہد بنانے سے عاجز ہیں۔ ایسا ہی وہ قرآن کریم جیسی کتاب بنانے سے عاجز ہیں جو قرآن جیسے صفات اور خواص رکھتی ہو یہ قرآن شریف کی الٰہی دلیل ہے۔ اسکا جواب کوئی انسان نہیں دے سکتا۔ قرآن خاص خواص اور تاثیرات کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور نتائج نے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ تاثیرات اور خواص اسمیں کامل طور سے پائی جاتے ہیں مثلاً وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نور ہے وہ ہدایت ہے، وہ شفا ہے وہ رحمت ہے وہ ایسی کتاب ہے جو اندھیرے سے نور کی طرف

لاتی ہے۔ اور جو حیرت انگیز تبدیلی قرآن کریم نے دنیا میں کی ہے۔ وہ اسکے ان دعاوی کی مصدق ہے۔ اسنے ایسی طاقتور تبدیلی کی ہے کہ اندھا بھی اسے محسوس کر سکتا ہے۔ پادری ٹسڈال کو بھی مجبوراً ماننا پڑا ہے کہ یہ عجیب کتاب بڑی تاثیر اور طاقت رکھتی ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ "یہ ایک وسیع ندی ہے جس نے دنیا کی بہت سی قوموں کو سیراب کر دیا ہے" باوجودیکہ وہ قرآن کریم کو ایک انسانی افترا بتاتا ہے۔

مذکورۃ الصدر بیان سے ثابت ہے کہ پادری ٹسڈال کی محنت بالکل رائگاں گئی ہے۔ اس نے اپنی کتاب کی عمارت اس خیال کی بنا پر اُٹھائی ہے۔ کہ چونکہ اسلام کا منبع صرف اللہ تعالیٰ کو ہی قرار دیا گیا ہے۔ اسلیئے تمام کوشش اسکے یا اسکی کسی حصہ کے متعلق انسانی منبع ثابت کرنیکی بالکل بے فائدہ ہونی چاہیئے اور اگر ہم قرآنی تعلیمات کو یا اسکے کسی حصہ کا زمینی منبع یا کسی انسانی سلسلہ کی طرف کھوج لگا سکیں جو رسول کریم صلعم سے پہلے موجود تھی تو اسلام فوراً منہدم ہو جائیگا لیکن قرآن کریم کی رو سے دنیا کے تمام مذاہب جو ابتک دنیا میں قائم ہیں انکی بنیاد الہام الٰہی پر تھی اور قرآن انکی سچائیوں کا مصدق ہے جو ابتک ان کتب اور مذاہب میں پائی جاتی ہیں اور انکی غلطیوں اور بدعقیدوں کی تکذیب اور تغلیط کرتا ہے جو انہیں طول زمانہ کی وجہ سے لگ گئی ہیں۔ اسطرح اگر پادری ٹسڈال قرآن کریم کی کسی تعلیم کو کسی مذہب کی تعلیم سے مشابہ بھی ثابت کر دے تو وہ اسلام کو ضرر نہیں دے سکتا۔ برخلاف اسکے وہ صرف قرآن کریم کے مصدق ہونیکے دعویٰ کو مستحکم کرتا ہے۔ اور اسطرح ٹسڈال کی کتاب کی بنیاد اور اسکی عالیشان عمارت جو اس نے جھوٹی بنیاد پر قائم کی تھی فوراً منہدم ہو کر زمین سے پیوست ہو جاتی ہے جسپر اس نے بہت محنت اور وقت خرچ کیا تھا۔ چونکہ پادری ٹسڈال کی عمارت ایک غلط بنیاد پر ہے اسلیئے ہم پر واجب نہیں ہے کہ اسکی کتاب کی بالتفصیل تردید کیجائے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ اسکی صرف بنیاد ہی غلط بات پر نہیں رکھی گئی بلکہ وہ اسباب اور مواد بھی جنسے ایک غلط بنیاد پر ایک عظیم الشان بطلان کی عمارت قائم کی گئی ہے۔ وہ بھی ویسے ہی باطل اور غلط ہیں۔ اسلیئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی بنیاد کو غلط ثابت کرنے کے بعد اس کے مواد اور اسباب کا بطلان بھی ظاہر کر دیا جاوے۔ جن کے ذریعہ اس نے اس عمارت کو اُٹھایا ہے۔ وما توفیقنا الا باللہ

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

ماہوار رپورٹ انجمن احمدیہ

سالانہ جلسہ - یہ نمبر احباب کے ہاتھ میں اسوقت پہنچیگا جب وہ سالانہ جلسہ کے لیے سفر کی تیاری میں ہونگے جلسہ اور رکنیشن سرٹیفکٹوں کے متعلق علیحدہ ہدایات بذریعہ خطوط مطبوعہ و اخبارات شائع کر دیگئی ہیں جلسہ کی تاریخیں ۲۵-۲۶-۲۷ مارچ ہیں - ۲۵ - مارچ کو نماز جمعہ اور حضرت خلیفۃ المسیح کے خطبہ سے جلسہ کا افتتاح ہوگا - جلسہ کے پروگرام یعنی مضامین اور اوقات کی تعیین سردست نہیں کیجا سکتی - سب احباب کو ۲۵ مارچ کی دوپہر تک جمع ہوجانا چاہیئے - اور ۲۷ مارچ کی دوپہر تک یا شام تک جلسہ ہیگا - ان ایام میں سب سے ضروری حصہ حضرت خلیفۃ المسیح کی نصائح اور تقریریں ہونگی - مگر اسکے علاوہ بھی امید ہے بعض احباب کی طرف سے سلسلہ کی صداقت کے متعلق مضامین ہونگے اور وہ قومی تحریکیں ہونگی جو سلسلہ کی اہم اغراض میں داخل ہیں اور پھر انہی ایام میں کانفرنس انجمنہائے احمدیہ بھی ہوگی - اور علاوہ ان سب امور کے باہمی میل و ملاقات اور خصوصاً ایک ہی ضلع یا علاقہ کے احباب کو باہم زیادہ تعلقات پیدا کرنیکی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ انجمنہائے ضلع مضبوطی سے قائم ہوکر چندوں کی باقاعدہ وصولی کا انتظام مستحکم ہوجائے - اس غرض کیلیئے کوشش کیجاویگی کہ ایک ایک ضلع یا علاقہ کے احباب کے اکٹھے اتارنیکا انتظام کیا جاوے تاکہ باہمی میل و ملاقات سے وہ مفید تجاویز سوچ سکیں - خاص تحریکات قومی میں چندہ تعمیر بورڈنگ ہوس و مدرسہ کی تحریک کو مقدم کیا گیا ہے یہ تحریک علیحدہ مطبوعہ چٹھی کے ذریعہ اور پھر سلسلہ کی قیمتی اخبار بدر میں چھپکر سب احباب تک پہنچ چکی ہے یہ تحریک دراصل نہ صرف مدرسہ انگریزی کیلیئے بلکہ مہمانخانہ اور مدرسہ احمدیہ کیلیئے بھی ہے - کیونکہ مہمانخانہ اور مدرسہ احمدیہ کی ضروریات اسی صورت میں موجودہ عمارت میں پوری ہوسکتی ہیں کہ بورڈنگ ہوس بہت جلد باہر بنجائے - اس بورڈنگ کی بنیاد ۵ مارچ کو اُس مبارک مسجد کی بنیادی اینٹ کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ سے رکھی گئی ہے - جسکے لیئے مکرمی مخدومی حضرت میر ناصر نواب صاحب کے دل میں جوش پیدا ہوا اور اڑھائی ہزار روپیہ چندہ انہوں نے اس مسجد کیلیئے اس بڑھاپے کی عمر میں طرح طرح کے سفر کی صعوبتیں اُٹھا کر فراہم کیا - اور اسی قدر رقم کی

قریب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کی ہمشیرہ مرحومہ کی وصیت سے اگر اس عظیم الشان مسجد کی تکمیل کا سامان ہو گیا جو بورڈنگ ہوس کے ساتھ مدرسہ کی زمین میں بن رہی ہے۔ یہ ایک نہایت ہی نیک اور مبارک فال ہے کہ اس بورڈنگ ہوس کی بنیاد مسجد سے رکھی گئی ہے۔ امید ہے کہ جو تحریک تعمیر بورڈنگ کیلئے سب احباب کیخدمت میں کی گئی ہے سالانہ جلسہ میں اسکا کسیقدر نتیجہ بھی معلوم ہو سکے گا۔ بہت سے احباب کے خطوط اور انجمنوں کی طرف سے اطلاعیں آرہی ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک کا نہایت خوشی سے خیر مقدم کیا گیا ہے۔ اگر ہر جگہ احمدی احباب اور انجمنیں اس تجویز کو جو اس تحریک میں کی گئی ہے کہ سب احمدی احباب اپنی ایک ایک ماہ کی آمد تعمیر کیلئے دیدیں عمل میں لانیکی کوشش کریں تو کچھ عجب نہیں کہ سالانہ جلسہ پر ایک لاکھ چندہ تعمیر کا اعلان ہو جائے۔

سب احباب کیخدمت میں یہ بھی التماس ہے کہ جہانتک ممکن ہو سالانہ جلسہ میں ضرور آکر حصہ لیں۔ سالانہ جلسہ قومی زندگی کے ایک سال کے حالات کا نقشہ ہے۔ اور یہ اجتماع جو محض اللہ کیلئے ہے بہت سے برکات اور فوائد کا موجب ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کیلئے اس سفر کو اختیار کرینگے اللہ تعالیٰ انکو اس سعی کو بلا اجر نہ چھوڑیگا۔ علاوہ ازیں سالانہ جلسہ ایک قومی عظمت کا نشان ہے۔ پس سب احباب کیخدمت میں میری پھر یہ درخواست ہے کہ وہ ضرور جلسہ میں شمولیت کے لیئے کوشش کریں خواہ ایک دن کیلئے ہی کیوں نہ ہو۔

سالانہ جلسہ کے اخراجات کے سلسلہ میں مکرمی شیخ یعقوب علی صاحب نے اپنے اخبار الحکم میں بڑی زور سے تحریک کی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ انجمنیں بہت جلد کوشش کر کے سالانہ جلسہ کے اخراجات کو پورا کر دینگی۔ لنگر خانہ پہلے ہی ایک ہزار روپے کے قریب مقروض ہے۔ ادھر جلسہ سالانہ کے اخراجات کے لیئے قریب تین ہزار روپے کی ضرورت ہے اور اسکے علاوہ اڑھائی تین ہزار کے قریب روپیہ جامع مسجد کی توسیع اور درستگی پر خرچ ہو چکا ہے۔ انجمنوں میں جو تحریک یکمشت چندوں کے لیئے کی گئی تھی اسکی طرف بہت ہی کم توجہ ہوئی ہے اور بڑی بڑی انجمنیں جنسے ایسے موقعہ پر بہت مدد کی امید ہوتی ہے انہوں نے بھی ابتک اس سوال پر کافی توجہ نہیں کی۔ اسمیں شک نہیں کہ سالانہ جلسہ پر ایک ایک روپیہ فی کس کے چندہ کی جو تحریک کی گئی تھی اسپر اگر سب احباب نے عمل کیا تو اخراجات جلسہ کے لیئے ہزار ڈیڑھ ہزار روپیہ اسطرح پر جمع ہو جائیگا مگر اسکے متعلق بھی ابھی تک ہمیں کوئی علم نہیں

کہانتک مختلف انجمنوں نے اپنے اپنے ممبروں میں سکے لیئے تحریک کی ہو۔ اور علاوہ ازیں اطرح پر صرف اخراجات جلسہ میں سے نصف کے قریب رقم وصول ہوگی۔ باقی نصف کے لیئے اور لنگرخانہ کو قرض کے بوجھ سے سبکدوش کرنے کیلیئے جبتک انجمنیں معقول رقموں سے مدد نہ کرینگی کام نہیں چل سکتا۔ اگر اسلیئے عزم کر لیا جائے تو کوئی مشکل امر نہیں۔ اگر ہر ایک انجمن اس سالانہ جلسہ کو اپنا ہی سالانہ جلسہ سمجھ لے تو جسقدر رقم کی ضرورت ہے اس سے دوگنی بھی جمع ہوسکتی ہو۔

لنگرخانہ۔ لنگرخانہ کی آمد کا روپیہ اخراجات کے لیئے مکتفی نہیں۔ جیساکہ گذشتہ چند ماہ کے اعداد بتاتے ہیں اسکی وجہ میرے نزدیک یہ تو نہیں ہے کہ لنگرخانہ کی معمولی آمد میں کمی ہوگئی ہو بلکہ کثرت آمد و رفت مہمانان اور بعض دیگر وجوہات سے لنگرخانہ کے اخراجات بڑھ گئے ہیں علاوہ ازیں حضرت صاحب کے وقت میں لنگرخانہ کے اخراجات صرف لنگرخانہ کے معمولی آمد پر نہ چلا کرتے تھے۔ بلکہ باوجود اسکے کہ حضرت اقدس ہر قسم کا روپیہ جو آپ کو ملتا تھا لنگرخانہ کے لیئے صرف کر دیتے تھے۔ پھر وقتاً فوقتاً خاص چندوں کیلیئے تحریکیں کرنی پڑتی تھیں اور جیساکہ ہمارے احباب کو اچھی طرح علم ہے لنگرخانہ کو چلانے کیلیئے سال میں عموماً دو یا کم ازکم ایک تحریک خاص یکمشت چندوں کے لیئے پڑتی تھی۔ ایسی ایک تحریک اس سال میں بھی کی گئی تھی مگر اس کی طرف احباب نے بہت ہی کم توجہ کی معلوم ہوتی ہے۔ ایک ہزار روپیہ کوئی بڑی رقم نہیں اگر کوشش کیجاوے تو تھوڑے تھوڑے پیسوں سے ہی یہ بوجھ اُتر سکتا ہے۔ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت صاحب کے وقت میں بھی اور اب بھی لنگرخانہ میں صرف مہمانوں کے اخراجات ہی نہیں بلکہ بعض غریب مہاجرین اور حضرت اقدس کے اہل بیت کے اخراجات بھی شامل ہیں۔ پس سالانہ جلسے کے اخراجات کو پورا کرنیکے سوال کے ساتھ ہی امید ہے انجمنیں لنگرخانہ کے قرضہ کے سوال کو حل کرنیکی طرف بھی متوجہ ہونگی۔

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ

ریویو

رسالہ چودھویں صدی۔ یہ ماہوار رسالہ حال ہی میں راولپنڈی سے شائع ہوا ہے جسکے ایڈیٹر قاضی سراج الدین احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء ہیں جو فن ایڈیٹری میں بہت تجربہ کار ہیں جنوری کے نمبر میں مندرجہ ذیل مضامین ہیں جنسے ناظرین اس رسالہ کی اغراض کی بابت رائے لگا سکتے ہیں۔ (۱) ہندوستان کی انگریزی سلطنت (۲) مشرقی بنگال اور اسکے مسلمان